قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعہ 16/ ستمبر 2022ء | 19/ صفر 1444 ہجری قمری | 16/ تبوک 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 198

فرمانِ رسولؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے گز بھر قریب ہوتا ہوں۔ اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے میں اُس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔

(ماخوذ از صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بھا)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

(رسالہ قشیریۃ باب التوبۃ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

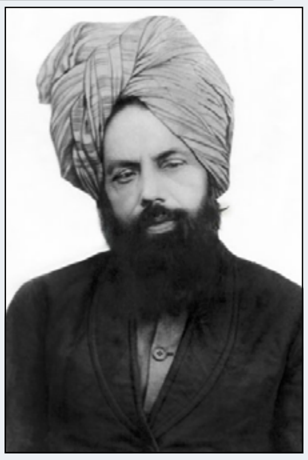

- ’’قرآن شریف میں جو خدا نے یہ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے بندو! مجھ سے ناامید مت ہو۔ مَیں رحیم و کریم اور ستار و غفّار ہوں اور سب سے زیادہ تم پر رحم کرنے والا ہوں اور اس طرح کوئی بھی تم پر رحم نہیں کرے گا جو مَیں کرتا ہوں۔ اپنے باپوں سے زیادہ میرے ساتھ محبت کرو کہ درحقیقت میں محبت میں ان سے زیادہ ہوں۔ اگر تم میری طرف آؤ تو مَیں سارے گناہ بخش دوں گا۔ اور اگر تم توبہ کرو تو میں قبول کروں گا اور اگر تم میری طرف آہستہ قدم سے بھی آؤ گے تو میں دوڑ کر آؤں گا۔ جو شخص مجھے ڈھونڈے گا وہ مجھے پائے گا اور جو شخص میری طرف رجوع کرے گا وہ میرے دروازے کو کھلا پائے گا۔ میں توبہ کرنے والے کے گناہ بخشتا ہوں خواہ پہاڑوں سے زیادہ گناہ ہوں۔ میرا رحم تم پر بہت زیادہ ہے اور غضب کم ہے کیونکہ تم میری مخلوق ہو۔ میں نے تمہیں پیدا کیا اس لئے میرا رحم تم سب پر محیط ہے۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 56)

- ’’واضح ہو کہ توبہ لغت عرب میں رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کا نام بھی تَوّاب ہے یعنی بہت رجوع کرنے والا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب انسان گناہوں سے دست بردار ہو کر صدق دل سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس سے بڑھ کر اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور یہ امر سراسر قانون قدرت کے مطابق ہے۔ کیونکہ جبکہ خدا تعالیٰ نے نوع انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ جب ایک انسان سچے دل سے دوسرے انسان کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کا دل بھی اس کے لئے نرم ہو جاتا ہے۔ تو پھر عقل کیونکر اس بات کو قبول کرسکتی ہے کہ بندہ تو سچے دل سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرے مگر خدا اس کی طرف رجوع نہ کرے۔ بلکہ خدا جس کی ذات نہایت کریم و رحیم واقع ہوئی ہے وہ بندہ سے بہت زیادہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کا نام ... تَوّاب ہے۔ یعنی بہت رجوع کرنے والا۔ سو بندے کا رجوع تو پشیمانی اور ندامت اور تذلّل اور انکسار کے ساتھ ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا رجوع رحمت اور مغفرت کے ساتھ۔ اگر رحمت خدا تعالیٰ کی صفات میں سے نہ ہو تو کوئی مخلصی نہیں پا سکتا۔ افسوس! کہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی صفات پر غور نہیں کی اور تمام مدار اپنے فعل اور عمل پر رکھا ہے۔ مگر وہ خدا جس نے بغیر کسی کے عمل کے ہزاروں نعمتیں انسان کے لئے زمین پر پیدا کیں۔ کیا اس کا یہ خُلق ہو سکتا ہے کہ انسان ضعیف البنیان جب اپنی غفلت سے متنبہ ہو کر اس کی طرف رجوع کرے اور رجوع بھی ایسا کرے کہ گویا مر جاوے اور پہلا ناپاک چولہ اپنے بدن پر سے اتار دے اور اس کی آتشِ محبت میں جل جائے تو پھر بھی خدا اس کی طرف رحمت کے ساتھ توجہ نہ کرے۔ کیا اِس کا نام خدا کا قانون قدرت ہے؟۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 133-134)

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ الۡمُتَطَہِّرِیۡنَ ﴿۲۲۳﴾

(البقرہ: 223)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

یہ ہے وہ مغفرت کی طلب کا معیار جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بندے کو حقدار بنا دیتی ہے۔ وہ حق جس کی ادائیگی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے پر فرض کر لی ہے۔ آپ نے سچی اور حقیقی توبہ کی شرائط بھی بیان فرمائیں کہ یہ حاصل کرنے کے لئے انسان کو کیا اور کس طرح کوشش کرنی چاہئے۔

آپ نے فرمایا کہ سچی توبہ کے لئے تین شرطیں ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنے دماغ کو ان تمام باتوں سے پاک کرو جن سے فاسد خیالات پیدا ہوتے ہیں اور یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک ان برائیوں کی کریہہ اور خوفناک شکل اپنے ذہن میں پیدا نہیں کرو گے۔ اگر ان کی طرف توجہ رہے گی، اگر ان کے خلاف ذہن میں ایک مکروہ شکل نہیں بناؤ گے تو پھر ان سے بچنا بڑا مشکل ہے۔ پہلی چیز تو یہی ہے کہ اس کو اپنے دماغ سے نکالنا پڑے گا۔ کوشش کر کے ان چیزوں سے نفرت کے جذبات پیدا کرنے ہوں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کوئی بھی غلط کام کرنے یا برائی کی طرف توجہ جانے پر ندامت اور پشیمانی ہونی چاہئے۔ انسان کے دماغ میں جب خیال آئے تو فوراً شرمندگی اور پشیمانی کا خیال ہونا چاہئے۔ یہ خیال دل میں ہو کہ یہ برائیاں اور لذات جن کی طرف میں جا رہا ہوں یہ عارضی ہیں اور میری زندگی برباد کرنے والی ہیں اور ایک وقت آ کے یہ چیزیں ختم ہو جانی ہیں۔ عارضی لذت ہے۔ گویا اپنے کانشنس کی بات سننی ہے۔ انسان کا ضمیر اسے بتا رہا ہے، اس کا کانشنس بتاتا ہے، ہر حال میں بتاتا ہے کہ یہ بری چیز ہے یا اچھی چیز ہے۔ جب اس طرح کی سوچ کریں گے اور ضمیر کی آواز سنیں گے تو آہستہ آہستہ برائی سے بھی آپ نے فرمایا کہ بچ جاؤ گے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ عزم ہو، پکا ارادہ ہو کہ میں نے ان برائیوں کے قریب بھی نہیں جانا اور پھر اس پر قائم رہنے کے لئے مکمل قوت ارادی بھی ہو اور دعا بھی ہو تو پھر یہ برائیاں ختم ہو جائیں گی اور ان کی جگہ پھر نیکیاں لینی شروع کر دیں گی۔ آپ نے جو فرمایا کہ ناپاک چولہ اتارنا ہو گا۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ ایک بھرپور کوشش کرو اور اس پر قائم رہو۔ قوت ارادی سے قائم رہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حقدار بنو گے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 138-139 ایڈیشن 1984ء)

(خطبہ جمعہ 8/ جون 2018ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- آپ کہہ دیں، جو ہوں پسند، الفاظ (منظوم)
- ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
- بنیادی مسائل کے جوابات
- احمدیوں کی قبروں پر حملے
- مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب مرحوم

دربارِ خلافت

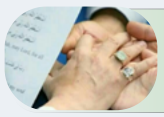

اصل مدّعا انسان کی زندگی کا خدا تعالیٰ کی پرستش اور خدا تعالیٰ کی معرفت اور خدا تعالیٰ کے لئے ہو جانا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

آج اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ نیوزی لینڈ کو باقاعدہ اپنی مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کے لئے یہ مسجد ہر لحاظ سے مبارک فرمائے۔ نیوزی لینڈ کی جماعت چھوٹی سی جماعت ہے۔ کُل چار سو افراد چھوٹے بڑے ملا کر ہیں۔ لیکن مسجد اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی اچھی اور خوبصورت بنائی ہے۔ اور جماعت کی موجودہ تعداد سے زیادہ کی گنجائش اس میں ہے۔ اللہ کرے کہ یہ جلد اپنی گنجائش سے بھی باہر نکلنا شروع ہو جائے۔ بہت سے کام کرنے والوں نے دن رات بڑی محنت سے کام کیا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ بہت سا کام بعض افرادِ جماعت نے بغیر اس بات کی پرواہ کئے کہ دن ہے یا رات، بڑی لگن اور بڑے جذبے سے یہاں خدمت کی ہے۔ اور یوں جیسا کہ ہماری روایت ہے، خود کام کر کے اخراجات کی بچت بھی کی ہے۔ اس مسجد پر مسجد، ہال اور دوسری چیزیں ملا کے کُل ساڑھے تین ملین کے قریب خرچ ہوا ہے۔ جس میں 3.1 ملین مسجد پر، اور باقی کچن اور باقی Renovation پر خرچ ہوا۔ جماعت کی تعداد تھوڑی ہونے کی وجہ سے فوری طور پر اتنی بڑی رقم جماعت جمع نہیں کر سکی۔ یا وعدے جو تھے وہ پورے نہیں ہو سکے اس لئے قرض بھی لینا پڑا۔ لیکن مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ قرض افرادِ جماعت جلد اتار دیں گے۔ کیونکہ جماعت کو یہاں قائم ہوئے اس سال 25 سال ہو گئے ہیں۔ اس لئے جماعت کی شدید خواہش تھی اور میں سمجھتا ہوں یہ خواہش یقیناً ہو گی کہ باوجود جماعت کی تعداد کم ہونے کے ایک مسجد کا تحفہ کم از کم ضرور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کی صورت میں یہ تحفہ پیش کیا جائے۔

پس یہ یاد رکھیں کہ جس جذبے کے تحت آپ نے یہ تحفہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا ہے یہ قرض کا تحفہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ جلد سے جلد قرض اتارنے کی طرف توجہ ہونی چاہیے اور اس کی ادائیگی کی کوشش ہونی چاہیے تا کہ آپ اپنی خالص قربانی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے والے بنیں۔ جماعت نے یہ قرض اس توقع اور آپ افرادِ جماعت پر حُسنِ ظن کرتے ہوئے لیا ہے کہ احباب اپنی قربانیوں سے اس مسجد کی تعمیر کریں گے چاہے وہ دیر سے قربانیاں ادا ہوں، تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے اس دنیا میں خدا تعالیٰ کا گھر بنایا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بنائے گا۔ پس کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی جنت کا حصول نہ چاہتا ہو، اپنے لیے جنت میں گھر نہ چاہتا ہو۔ یقیناً کوئی احمدی بھی کبھی بھی یہ سوچ نہیں سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا نہ بنے، وہ جنت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے انعام کے طور پر دیئے گئے گھر کی خواہش نہ رکھتا ہو۔ جماعت احمدیہ کی یہ خوبصورتی دنیا میں ہر جگہ پائی جاتی ہے کہ وہ مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ہیں۔ جو جاگ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مالی قربانیوں کی اپنے صحابہ میں لگائی تھی تا کہ اسلام کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا جا سکے اور جس کو دیکھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ لاانتہا اخلاص ہے بے انتہا اخلاص اور محبت کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے۔ یہ حالت دنیا میں اس وقت اس زمانے میں آج بھی، سو سال بعد بھی جماعت کے افراد کی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ کون کس ملک سے تعلق رکھتا ہے وفا اور اخلاص میں سب احمدی بڑھے ہوئے ہیں۔ نیوزی لینڈ میں جو اس وقت جماعت کی تعداد ہے اس میں ساٹھ فیصد سے اوپر یہاں فجی سے آئے ہوئے لوگ ہیں اور تقریباً 23 فیصد پاکستانی مہاجر ہیں اور باقی دوسری قومیں ہیں۔ گو یہ ایک چھوٹی سی جماعت ہے لیکن متفرق قوموں کے لوگ ہیں مگر اخلاص و وفا میں ہر ایک، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ صرف ظاہری اخلاص اور وقتی طور پر چاہے وہ وقت کی قربانی ہو یا مال کی قربانی ہو، ایک حقیقی مومن کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ مستقل مزاجی سے نیکیوں پر قدم مارنا اور تقویٰ پر چلنا اور اپنی پیدائش کے مقصد کو ہمیشہ یاد رکھنا یہ ایک حقیقی مومن کی شان ہے، اور شان ہونی چاہئے۔ اور مقصدِ پیدائش کے بارے میں خدا تعالیٰ نے جو ہمیں توجہ دلائی ہے اُسے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں یاد دہانی کرواتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اگرچہ مختلف طبائع انسان اپنی کوتاہ فہمی یا پست ہمتی سے'' یعنی اگر اتنی سمجھ بوجھ نہ ہو یا ہمت چھوٹی ہو اس کی وجہ سے ''مختلف قسم کے مدّعا اپنی زندگی کے لئے ٹھہراتے ہیں اور فقط دنیا کے مقاصد اور آرزوؤں تک چل کر آگے ٹھہر جاتے ہیں۔ مگر وہ مدّعا جو خدا تعالیٰ اپنے پاک کلام میں بیان فرماتا ہے یہ ہے وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ﴿۵۷﴾ (الذّٰریٰت:57) یعنی میں نے جنّوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری پرستش کریں۔ پس فرمایا کہ اس آیت کی رُو سے اصل مدّعا انسان کی زندگی کا خدا تعالیٰ کی پرستش اور خدا تعالیٰ کی معرفت اور خدا تعالیٰ کے لئے ہو جانا ہے۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 414)

(خطبہ جمعہ 1 نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام)

آپ کہہ دیں، جو ہوں پسند، الفاظ

آپ کہہ دیں، جو ہوں پسند، الفاظ
پر نہ پہنچائیں وہ گزند، الفاظ

لمبے چوڑے سنے ہیں وعظ، مگر
دل کو اچھے لگے ہیں چند الفاظ

دھیمی آواز، نرم لہجہ ہو
بولیں پر وہ جو ہوں بلند الفاظ

لاکھ کہتے رہو نہ ہو تاثیر
ہو عمل، تب ہوں نفع مند الفاظ

بند کوزے میں جیسے ہو دریا
ایسے ہوتے ہیں سود مند الفاظ

سب کے ایسے تو ہو نہیں سکتے
اس کے شیریں تھے جیسے قند ، الفاظ

نفرتوں کے جو کھولیں دروازے
بولتے ہیں وہ شر پسند، الفاظ

لائے پیغام ہم محبّت کا
پیار کے لے کے من پسند الفاظ

ہم سے راضی خدا تبھی ہو گا
ذکر کے جب کریں بلند الفاظ

گر مناسب ہوں سر بلند کریں
کر دیں طارق! یہ ارجمند الفاظ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ لندن

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام

دین میں جبر نہیں (البقرہ:257)

قسط 37

آنحضرت ﷺ مذہب اسلام کے بانی تھے، اسلام کے معنی سلامتی ہیں اسلام میں بلا امتیاز مذہب وعقیدہ ہر انسان کو حریتِ ضمیر اور آزادی مذہب کے حقوق حاصل ہیں۔ تنگ نظری، تعصب اور انتہاپسندی کی کوئی جگہ نہیں کسی انسان سے محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے نفرت، تعصب اور تعرض کی اجازت نہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

ترجمہ: جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے۔

(الکہف:30)

آنحضرت ﷺ جو تمام بنی نوع انسان کے لئے خلق عظیم کا عظیم ترین نمونہ تھے آپؐ نے اس ارشاد خداوندی پر بھرپور عمل فرمایا۔ آپ کی بابرکت حیات میں کبھی کسی پر اپنا مذہب چھوڑنے، بدلنے یا اختیار کرنے پر پابندی کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپؐ کا واسطہ صابیوں، مجوسیوں، عیسائیوں، یہود اور بے دین لامذہب مشرک لوگوں سے پڑا آپؐ نے سب سے شاندار حسن سلوک فرمایا اور مذہبی رواداری کی شاندار مثالیں قائم فرمائیں۔ بعض معاملات بندے اور خدا کے درمیان ہوتے ہیں۔ دین مذہب بندے اور خدا کا معاملہ ہے اور اس نے اس جرم کی سزا کا حق اپنے پاس رکھا ہے۔ کسی دوسرے کو حتیٰ کہ رسول اللہؐ کو بھی عقائد بدلنے پر سزا کا اختیار نہیں دیا گیا۔ کسی بھی نبی کو کبھی بھی نہیں دیا گیا۔ یہ کام مالک یوم الدین نے اپنے ذمے رکھا ہے۔ جب بھی انسان نے مذہب کے معاملے میں خدا بننے کی کوشش کی ہے گھاٹے اور تباہی کا سامان کیا ہے۔

قرآنی ارشاد ہے:

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے انکار کر دیا پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا پھر کفر میں (اور بھی) بڑھ گئے۔ اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کر سکتا۔

(النساء:138)

اس آیت کریمہ میں حالت ایمان سے کفر میں جانے پر سزا کا ذکر نہیں پھر ایمان لاکر پھر کفر اختیار کرنے پر بھی گردن مارنے کا ذکر نہیں پھر کفر میں بڑھ جانے پر اللہ کی پکڑ کا ذکر ہے۔ بندے کو کہیں مختار نہیں بنایا۔ آپؐ کل عالمین کے لئے رحمت بنائے گئے۔ رحمت کی وسعتیں تمام انسانوں تک پھیلی تھیں بنیادی انسانی حق نظر انداز نہیں فرمایا۔ قرآنی اصول لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ۔ محبت پیار نرمی عفو درگزر اخلاق سے تالیف قلوب کے لئے قرآنی ارشادات اور آپؐ کے عمل سے کچھ رہنما اصول پیش ہیں:

1۔ عالمگیر سلامتی کا پیغام اَفۡشُوا السَّلَام

(بخاری، کتاب الادب)

سلام کو پھیلاؤ۔ یعنی سلام کہو ان کو جن کو پہچانتے ہو اور جن کو نہیں بھی پہچانتے۔

2۔ اللہ کے سوا پکارنے والے کو گالیاں نہ دینا ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔

(الانعام:109)

3۔ سارے مذہبی رہنماؤں اور ان کی عبادت گاہوں کا احترام کرنا

مسلمان ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کریں گے۔ ان کا کوئی گرجا گرایا نہیں جائے گا۔ نہ ہی کسی بشپ یا کسی پادری کو بے دخل کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ان کے حقوق میں کوئی تبدیلی یا کمی بیشی ہو گی۔ نہ انہیں ان کے دین سے ہٹایا جائے گا۔ اور ان پر کوئی ظلم یا زیادتی نہیں ہو گی۔

(ابو داؤد کتاب الخراج)

4۔ قرآنی ارشاد ہے بھائی چارے کو بڑھاوا دینے کے لئے دوسرے مذاہب کے ساتھ مشترک باتوں پر سمجھوتے کئے جاسکتے ہیں۔

ترجمہ: تو کہہ دے اے اہل کتاب! آؤ ایک بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

(اٰل عمران: 65)

5۔ بلا امتیاز عدل و انصاف سے کام لینا۔ قرآنی ارشاد ہے، کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

(المائدہ: 9)

6۔ اختلاف عقیدہ کے باوجود دوسروں کی خوبیوں کا اعتراف کرنا۔

ترجمہ: ان اہل کتاب میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس ڈھیروں ڈھیر مال بھی بطور امانت رکھ دو تو وہ تمہیں واپس کر دیں گے۔

(اٰل عمران: 76)

7۔ اختلاف عقیدہ کے باوجود امن کے لئے معاہدے اور ان کی پاسداری کرنا۔ اس طرح کمال عدل و انصاف بلکہ حسن و احسان سے پُر امن اور خوشگوار تعلقات قائم کرنا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

ترجمہ: جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں بے وطن کیا، ان کے ساتھ احسان کرنے اور انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنے سے اللہ تمہیں نہیں روکتا

(الممتحنۃ: 9)

8۔ قیام امن کے لئے امن پسندوں کو اختلاف عقیدہ کے باوجود عند الضرورت پناہ دینا۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے۔

مشرکوں میں سے اگر کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے۔

(التوبہ: 6)

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ان اصولوں کو اپنا کر مذہبی رواداری کا ایسا شاندار نمونہ دکھایا جو چشم فلک نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور ہمیشہ کے لئے مشعل راہ ہے۔ حیات طیبہ سے چند واقعات مشتے از خروارے پیش ہیں۔

مہمان نوازی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ: ایک دفعہ ایک غیر مسلم آنحضرت ﷺ کے ہاں مہمان ہوا۔ آپ نے اسے بکری کا دودھ دوہ کر دیا لیکن وہ سیر نہ ہوا۔ پھر دوسری بکری کا دودھ پیش کیا پھر بھی اس کی تسلی نہیں ہوئی۔ اس پر تیسری، چوتھی یہاں تک کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ آپؐ اُس کی اس حرص پر مسکرائے لیکن مہمان سے کوئی بات نہ کی۔

(ترمذی کتاب الاطعمہ)

دعوت قبول کرنا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے حضور ﷺ کی دعوت کی اور جو کی روٹی اور چربی پیش کی۔ حضور ﷺ نے یہ دعوت قبول فرمائی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ نمبر 211 بحوالہ اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمٰن صفحہ نمبر 20)

تحفہ قبول کرنا

خیبر کی ایک یہودی عورت زینب بنت حارث نے آپ کی خدمت میں بکری کے بھنے ہوئے گوشت کا تحفہ پیش کیا آپ نے اسے قبول فرمالیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں زہر ملا ہوا تھا۔

(سیرت حلبیہ اردو، جلد سوئم نصف اول صفحہ 180 مطبوعہ دارالاشاعت کراچی 1999)

بنونضیر کے یہودیوں میں سے مخیریق نامی ایک شخص نے مرتے وقت اپنے سات باغ آنحضرت ﷺ کے نام بطور ہبہ وصیت کئے۔ جو آپؐ نے قبول فرمائے۔

(روض الانف جلد 2 صفحہ 143 بحوالہ اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمٰن صفحہ نمبر 21)

مریض کی عیادت کرنا

ایک دفعہ مدینہ میں ایک یہودی نوجوان بیمار ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا تو عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کی حالت کو نازک پا کر اسے تبلیغ فرمائی اور فرمایا،،خدا کا شکر ہے کہ ایک روح آگ کے عذاب سے نجات پاگئی،،

(بخاری کتاب الجنائز باب عیادۃ المشرک)

قبر، لاش اور جنازوں کا احترام

شام کی فتح کے بعد دو صحابہ ایک جنازہ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ ایک نئے مسلمان نے تعجب کیا اور کہا یہ تو ایک عیسائی کا جنازہ تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں ہم جانتے ہیں مگر آنحضرت ﷺ کا یہی طریق تھا۔ ایک بار ایک جنازہ کے احترام میں آپ کھڑے ہو گئے تو کسی نے کہا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ تھا تو فرمایا:،،کیا یہودی انسان نہیں ہوتے! اور کیا ان میں خدا کی پیدا کی ہوئی جان نہیں؟،،

(بخاری کتاب الجنائز۔ باب مَنۡ قَامَ لِجَنَازَۃِ یَہُودِی)(مسند احمد بن حنبل جلد 6)

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کئی سفر کئے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے کسی انسان کی نعش پڑی دیکھی ہو اور اسے دفن نہ کروایا ہو۔ کبھی یہ نہیں پوچھا کہ یہ مسلمان ہے یا کافر۔

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 542 مطبوعہ لاہور 2004)

غزوہ احزاب میں ایک مشرک سردار نوفل بن عبداللہ خندق میں گر کر ہلاک ہوگیا۔ مشرکین مکہ نے اس کی لاش کے بدلے دس ہزار درہم کی پیش کش کی۔ آں حضرت ﷺ نے فرمایا:،،ان کا مردہ واپس لوٹا دو، ہمیں نہ اس کے جسم کی ضرورت ہے اور نہ قیمت کی۔

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 543 مطبوعہ لاہور 2004)

اسی طرح بنو قریظہ کو جب ان کی سرکشی کی سزا دی گئی تو ان کی نعشوں کو خندقیں کھدوا کر دفن کیا گیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، الجزء الثالث صفحہ 156، دار الجیل بیروت لبنان)

حضور ﷺ نے قبروں کو بدنیتی اور بے حرمتی کے طور پر اکھیڑنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔

حضور ﷺ کا حکم تھا کہ کسی مخالف کی نعش کا مثلہ نہ کیا جائے۔

(موطا امام مالک، جنائز باب ما جاء فی الاختفاء وھو النبش)

جنگ بدر میں اور جنگ احد میں آپؐ نے کفار کی نعشوں کی تدفین

کروائی اور ایک ہی میدان میں مسلمانوں اور کافروں کی تدفین ہوئی، وقت کی تنگی کی وجہ سے جس طرح کئی مسلمان شہداء کو ایک ہی قبر میں دفن کروایا گیا اسی طرح کفار کی نعشوں کو بھی ایک ہی جگہ دفن کروایا۔

(السیرۃ الحلبیۃ، تالیف علی ابن برہان الدین الحلبی الشافعی۔ الجزء الثانی صفحہ 190، مطبعۃ محمد علی صبیح و اولادہ بمیدان الازہر بمصر 1935ء)

معاہدات اور ان کی پاسداری

غیرمسلموں سے معاہدوں اور ان کی پاسداری کے لئے بھی آپ کا اسوہ مثالی تھا۔صلح حدیبیہ کے موقع پر شرائط لکھنے میں سہیل بن عمرو کے کہنے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ اور محمد رسول اللہ ؐ کی بجائے محمد بن عبداللہ لکھوایا۔ حضرت علیؓ نے جو معاہدہ لکھ رہے تھے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں تو آپ کے نام کے ساتھ یہ لفظ کبھی نہیں مٹاؤں گا۔اس پر آنحضرت ﷺ نے نشان دہی کرواکر یہ لفظ خود کاٹ دیے۔

(بخاری کتاب المغازی)

ابھی معاہدہ لکھا نہ گیا تھا کہ کفار کے نمائندے سہیل بن عمرو کا اپنا بیٹا حضرت ابوجندلؓ جو مکہ میں مسلمان ہونے کے جرم میں قید و بند جھیل رہا تھا۔مسلمانوں کے حدیبیہ پہنچنے کی خبرسن کر گرتے پڑتے اس حال میں وہاں آن پہنچے کہ پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور جسم پر زخموں کے نشان۔آکر پناہ کے طالب ہوئے۔مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں۔لیکن سہیل معترض ہوا اور کہا کہ معاہدہ طے پاچکا ہے۔آنحضرت ﷺ نے اس سے اتفاق کیا۔اس پر حضرت ابوجندلؓ نے عرض کیا: کیا آپ مجھے پھر ان کافروں کے حوالے کردیں گے،جنہوں نے مجھے اتنی تکلیفیں پہنچائی ہیں اور ظلم کئے ہیں؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ابوجندل! صبر کرو اللہ تمہارے اور دیگر مظلوموں کے لئے کوئی راستہ پیدا کردے گا۔اب صلح ہوچکی ہے اور ہم ان لوگوں سے اپنا عہد نہیں توڑ سکتے۔

(سیرت ابن ہشام اردو جلد دوم صفحہ 378 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

میثاق مدینہ انسانی اقدار اور باہمی تعاون کی خاطر کیا گیا تھا اس میں فریق مسلمان،یہود اور مشرکین تھے اس کوحضرت ﷺ نے مدینہ کی پہلی مسلم حکومت کے آئین کے طور پر منظور فرمایا اس معاہدے میں غیر مذاہب کے لوگوں کو مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ایک ملت قرار دیا گیا۔سب کو اپنے عقائد پر رہنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی آزادی کا حق تسلیم کیا گیا۔کسی فریق کی جنگ کی صورت میں مسلمان غیرمسلموں کی مدد کریں گے اور غیرمسلم،مسلمانوں کی اعانت کریں گے۔

یہود کے تعلقات جن قوموں سے دوستانہ ہوں گے ان کے حقوق مسلمانوں کی نظر میں یہود کے برابر ہوں گے۔

(سیرت ابن ہشام اردو جلد اول صفحہ نمبر 439-442 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

پڑوسی کا خیال

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ابولہب اور عتبہ میرے پڑوسی تھے اور میں ان کی شرارتوں میں گھرا ہوا تھا۔یہ لوگ مجھے تنگ کرنے کے لئے غلاظت کے ڈھیر میرے دروازے پر ڈال دیتے۔میں باہر نکلتا تو خود اس غلاظت کو راستہ سے ہٹاتا اور صرف اتنا کہتا

’’اے عبدالمناف کے بیٹو! کیا یہی حق ہمسائیگی ہے؟‘‘

(طبقات ابن سعد جزو اول)

بنی نوع انسان کی خدمت

ایک غزوہ میں مشرکین کے چند بچے ہلاک ہوگئے۔حضور ﷺ کو پتہ لگا تو فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ جنہوں نے معصوم بچوں کو بھی قتل کر ڈالا؟ ایک صحابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! وہ مشرکین کے بچے ہی تو تھے۔فرمایا!،مشرکین کے بچے بھی تمہاری طرح کے انسان ہیں اور بہترین انسان بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

(اسلام اور غیرمسلم رعایا از ملک سیف الرحمٰن صفحہ 25)

مکہ کی ایک غیرمسلم بوڑھی عورت آپ ﷺ کو جادوگر جان کر اپنا گھر چھوڑ کر جارہی تھی۔آپؐ نے اس کا بوجھ اٹھا کر اس کی مدد کی۔

اسی طرح ایک اور واقعہ عام ہے۔جس میں آپ نے مکہ میں نو وارد اراشی نامی ایک شخص کا حق دلانے کے لئے اپنے ایک جانی دشمن ابوجہل کے در پر دستک دی۔یہ نو وارد غیرمسلم بھی تھا اور اجنبی بھی۔

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 581)

عدل و انصاف

ایک موقع پر ایک یہودی قرض خواہ نے آنحضرت ﷺ سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہوئے گستاخی کے کلمات کہے اور آنحضور ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر اتنے بل دئے کہ چہرہ مبارک کی رگیں اُبھر آئیں۔حضرت عمرؓ نے جو اس موقع پر موجود تھے سختی سے اس یہودی کو ڈانٹ کر روکا۔آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا،،عمر! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔تمہیں چاہئے تھا کہ اس کو نرمی سے سمجھاتے اور تمہیں مجھے یہ کہنا چاہئے تھا کہ میں قرض وقت پر ادا کروں، بعد ازاں قرض کی ادائیگی کے ساتھ کچھ زائد کھجور اس سخت کلام کو تاوان کے طور پر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ نمبر 571)

غیروں کی جان و مال کا تحفظ

جنگ خیبر کے محاصرہ کے دوران ایک یہودی رئیس کا گلہ بان مسلمان ہوگیا۔یہودی رئیس کا گلہ اس کے ہمراہ تھا جس کے بارے میں اس نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا ان بکریوں کا میں کیا کروں؟ فرمایا!،ان کا منہ قلعہ کی طرف کرکے ہانک دو،ایسا ہی کیا گیا۔

(سیرت حلبیہ اردو جلد سوئم نصف اول صفحہ 137-138 دارلاشاعت کراچی 1999)

فتح خیبر کے موقع پر یہود نے شکایت کی کہ بعض مسلمانوں نے ان کے جانور لوٹے اور پھل توڑے ہیں۔آنحضرت ﷺ ناراض ہوئے اور تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ،اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ تم بغیر اجازت کسی کے گھر گھس جاؤ اور پھل وغیرہ توڑو۔

(اسلام اور غیرمسلم رعایا از ملک سیف الرحمٰن صفحہ 24)

تورات واپس کرادی

فتح خیبر کے دوران تورات کے بعض نسخے بھی مسلمانوں کو ملے۔یہودی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہماری کتاب مقدس ہمیں واپس کی جائے اور رسول کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہود کی مذہبی کتابیں ان کو واپس کردو۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 49)

مشرکوں کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا

فتح مکہ کے بعد طائف سے بنو ثقیف کے مشرکین کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس کی سربراہی عبد یالیل نامی وہی سردار کررہا تھا جس نے آنحضرت ﷺ کے سفر طائف کے دوران آپ کو انتہائی دکھ دیا تھا۔اس وفد کے قیام کے لئے حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں خیمے نصب کروائے۔بعض صحابہ نے یہ بھی کہا کہ،،آپ ان کو مسجد میں ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ مشرک ہیں اور مشرک نجس ہوتے ہیں،،۔آپ نے فرمایا کہ،یہ ارشاد الٰہی دلوں کی گندگی کے لئے ہے اور شرک کی نجاست خدا کی زمین کو ناپاک نہیں کیا کرتی۔

(اسلام اور غیرمسلم رعایا از ملک سیف الرحمٰن صفحہ 23)

فتح مکہ کے بعد دس ہجری میں نجران کے عیسائیوں کا 60 افراد پر مشتمل ایک وفد مدینہ آیا۔دوران گفتگو ان کی نماز کا وقت آگیا۔آنحضرت ﷺ نے ان کو مسجد میں اپنے طریق کے مطابق عبادت کی اجازت دی۔چنانچہ عیسائیوں نے مسجد نبوی ﷺ میں مشرق کی طرف منہ کرکے عبادت کی۔

(زرقانی جلد 2 صفحہ نمبر 135)

دوسروں کے جذبات کے احترام میں مقام کے اظہار میں کمی

ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے کسی یہودی کے سامنے آنحضرتؐ کی حضرت موسیٰؑ پر ایسے رنگ میں فضیلت بیان کی جس سے اس یہودی کو صدمہ پہنچا تو آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ ٹھیک ہے میں افضل الانبیاء اور خاتم النبیین ہوں لیکن دوسروں کی دلداری کی خاطر میرے حق کے باوجود لَاتُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى (بخاری کتاب التفسیر سورہ اعراف) یعنی مجھے موسیٰؑ پر فضیلت نہ دیا کرو۔

عقیدہ کا زبانی اظہار کافی ہے

ایک لڑائی میں حضرت اسامہ بن زیدؓ نے ایک کافر کو باوجود یہ کہنے کے کہ میں مسلمان ہوتا ہوں، قتل کردیا۔اس کا جب آپؐ کے سامنے ذکر ہوا تو آپؐ حضرت اسامہؓ پر سخت ناراض ہوئے اور ان کے اس عذر پر کہ وہ شخص دل سے مسلمان نہ ہوا تھا۔آپؐ نے تکرار سے فرمایا:

’’کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا۔آپ کی ناراضگی اس قدر تھی کہ حضرت اسامہؓ نے تمنا کی کہ کاش میں اس واقعہ سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔‘‘

(مسلم کتاب الایمان)

جانی دشمنوں کو معافی

دشمن اسلام ابوجہل کا بیٹا عکرمہ اپنے باپ کی طرح عمر بھر رسول اللہ ﷺ سے جنگیں کرتا رہا۔فتح مکہ کے موقع پر بھی رسول کریم ﷺ کے اعلان عفو اور امان کے باوجود ایک دستے پر حملہ آور ہوا اور حرم میں خونریزی کا باعث بنا۔اپنے جنگی جرائم کی وجہ سے ہی وہ واجب القتل ٹھہرایا گیا تھا اس کے قتل کا حکم جاری ہوچکا تھا۔لیکن آپؐ نے نہ صرف اسے معاف فرمایا بلکہ مسلمانوں میں رہتے ہوئے اسے اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت آپؐ نے عطا فرمائی۔

(ماخوذ موطا امام مالک کتاب النکاح)

عکرمہ نے پوچھا کہ اپنے دین پر رہتے ہوئے؟ یعنی میں مسلمان نہیں ہوا۔اس شرک کی حالت میں مجھے آپؐ نے معاف کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔اس پر عکرمہ کا سینہ اسلام کے لئے کھل گیا اور بے اختیار کہہ اٹھا کہ اے! محمد ﷺ آپ واقعی بے حد حلیم اور کریم اور صلہ رحمی

کرنیوالے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حسن خلق اور احسان کا یہ معجزہ دیکھ کر عکرمہ مسلمان ہو گئے۔

(السیرۃ الحلبیہ، جلد سوم صفحہ 109 مطبوعہ بیروت)

مشرک سردار صفوان بن امیہ نے جنگ بدر کے بعد عمیر بن وہب کو زہر میں بجھی تلوار کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو نشانہ بنانے کے لئے مدینہ بھیجا۔ فتح مکہ کے بعد بھاگ کر جدّہ چلا گیا۔ اس کے چچا زاد نے امان کی درخواست کی۔ آنحضور ﷺ نے امان دی اور اپنا عمامہ بطور نشانی عطا فرمایا۔ جس پر صفوان لوٹ آیا۔ لیکن بجائے ایمان لانے کے یہ کہا:

''میں تمہارا دین ابھی قبول نہیں کروں گا مجھے دو مہینے کی مہلت دو''

آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: ''دو نہیں تم چار مہینہ لے لو۔''

(سیرت حلبیہ اردو جلد سوم نصف اول صفحہ 286-287 مطبوعہ دارالاشاعت کراچی 1999)

فتح مکہ کے موقع پر معافی پانے والوں میں ابوسفیان، ہندہ، حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی اور آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا قاتل ہبار جیسے اسلام کے کئی بڑے بڑے دشمن بھی شامل تھے۔

لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

آپ کو صرف حکم الٰہی پہنچانے کا فریضہ سونپا گیا تھا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے بعد نبی جدا ہوتے تھے اور بادشاہ جدا ہوتے تھے جو امور سیاست کے ذریعے سے امن قائم رکھتے تھے مگر آنحضرت ﷺ کے وقت میں یہ دونوں عہدے خدا تعالیٰ نے آنجناب ہی کو عطا کئے اور جرائم پیشہ لوگوں کو الگ الگ کر کے باقی لوگوں کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ آیت مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ

(آل عمران:21)

ترجمہ: اور اے پیغمبر! اہل کتاب اور عرب کے جاہلوں کو کہو کہ کیا تم دین اسلام میں داخل ہوتے ہو۔ پس اگر اسلام قبول کر لیں تو ہدایت پا گئے۔ اگر منہ موڑیں تو تمہارا تو صرف یہی کام ہے کہ حکم الٰہی پہنچا دو۔ اس آیت میں یہ نہیں لکھا کہ تمہارا یہ بھی کام ہے کہ تم ان سے جنگ کرو۔

اس سے ظاہر ہے کہ جنگ صرف جرائم پیشہ لوگوں کے لئے تھا کہ مسلمانوں کو قتل کرتے تھے یا امن عامہ میں خلل ڈالتے تھے اور چوری ڈاکہ میں مشغول رہتے تھے۔ اور یہ جنگ بحیثیت بادشاہ ہونے کے تھا، نہ بحیثیت رسالت۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۱﴾

(البقرۃ:191)

ترجمہ: تم خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ یعنی دوسروں سے کچھ غرض نہ رکھو اور زیادتی مت کرو۔ خدا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 242-243)

وہ ماہ تمام اُس کا ، مہدی تھا غلام اُس کا
روتے ہوئے کرتا تھا وہ ذکر مدام اُس کا

حضرت مسیح موعودؑ نے جو آنحضرت ﷺ کے سچے عاشق تھے نہ صرف اپنے آقا و مطاع کے اسوۂ حسنہ پر من وعن عمل کر کے تمام عمر انسان دوستی کا طریق اپنایا بلکہ اسلام کے چہرے سے مذہب میں جبر، سزا، زبردستی، طاقت کے استعمال اور تشدد کا الزام غلط اور ناجائز ثابت کیا اسلام کی امن و آشتی اور صلح و صفائی کی اصل تصویر دنیا کو دکھائی اور باور کرایا کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اپنی حسین تعلیم سے دنیا میں پھیلا ہے۔ اسلام کی ترقی پہلے بھی ایک فانی فی اللہ کی دعاؤں کا نتیجہ تھی اور اس زمانہ میں بھی ایک فانی فی اللہ کی دعاؤں سے ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؑ کو بیک وقت سارے جھوٹے مذاہب سے جنگ کر کے اسلام کی سچائی ثابت کرنے کا فریضہ سونپا گیا تھا۔ اس جو کھی لڑائی کے لئے دلائل اور دعا کا ہتھیار دیا گیا۔ لڑائی صرف غلط عقائد سے تھی انسانوں سے نہیں تھی۔ انسانوں کے دل جیتنے کے لئے رفق، نرمی، عفو، درگزر اور اخلاق سے کام لینے کا ارشاد فرمایا گیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مسلمانوں کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

''تمام سچے مسلمان جو دنیا میں گزرے کبھی ان کا یہ عقیدہ نہیں ہوا کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہئے بلکہ ہمیشہ اسلام اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے دنیا میں پھیلا ہے۔ پس جو لوگ مسلمان کہلا کر صرف یہی بات جانتے ہیں کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہئے، وہ اسلام کی ذاتی خوبیوں کے معترف نہیں ہیں اور ان کی کارروائی درندوں کی کارروائی سے مشابہ ہے۔''

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 حاشیہ صفحہ 167)

''یہ جہالت اور سخت نادانی ہے کہ اس زمانے کے نیم ملاّں فی الفور کہہ دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبراً مسلمان کرنے کے لئے تلوار اٹھائی تھی اور انہی شبہات میں ناسمجھ پادری گرفتار ہیں مگر اس سے زیادہ کوئی جھوٹی بات نہیں ہوگی کہ یہ جبر اور تعدی کا الزام اس دین پر لگایا جائے جس کی پہلی ہدایت یہی ہے کہ لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ:257) یعنی دین میں جبر نہیں چاہیے بلکہ ہمارے نبی ﷺ اور آپ کے بزرگ صحابہ کی لڑائیاں یا تو اس لئے تھیں کہ کفار کے حملے سے اپنے تئیں بچایا جائے۔ اور یا اس لئے تھیں کہ امن قائم کیا جائے۔ اور جو لوگ تلوار سے دین کو روکنا چاہتے ہیں، ان کو تلوار سے پیچھے ہٹایا جائے۔''

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 158)

''جس کام کے لئے آپ لوگوں کے عقیدوں کے موافق مسیح ابن مریم آسمان سے آئے گا یعنی یہ کہ مہدی سے مل کر لوگوں کو جبراً مسلمان کرنے کے لئے جنگ کرے گا یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو اسلام کو بدنام کرتا ہے۔ قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے کہ مذہب کے لئے جبر درست ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف میں فرماتا ہے لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی دین میں جبر نہیں ہے۔ پھر مسیح ابن مریم کو جبر کا اختیار کیونکر دیا جائے گا یہاں تک کہ بجز اسلام یا قتل کے جزیہ بھی قبول نہ کرے گا۔ یہ تعلیم قرآن شریف کے کس مقام، اور کس سیپارہ اور کس سورۃ میں ہے۔ سارا قرآن بار بار کہہ رہا ہے کہ دین میں جبر نہیں اور صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ جن لوگوں سے آنحضرت ﷺ کے وقت لڑائیاں کی گئی تھیں وہ لڑائیاں دین کو جبراً شائع کرنے کے لئے نہیں تھیں بلکہ یا تو بطور سزا تھیں یعنی ان لوگوں کو سزا دینا منظور تھا جنہوں نے ایک گروہ کثیر مسلمانوں کو قتل کر دیا اور بعض کو وطن سے نکال دیا تھا اور نہایت سخت ظلم کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿۴۰﴾ (الحج:39) یعنی ان مسلمانوں کو جن سے کفار جنگ کر رہے ہیں بسبب مظلوم ہونے کے مقابلہ کرنے کی اجازت دی گئی اور خدا قادر ہے کہ جو ان کی مدد کرے۔ اور یا وہ لڑائیاں ہیں جو بطور مدافعت تھیں یعنی جو لوگ اسلام کے نابود کرنے کے لئے پیش قدمی کرتے تھے یا اپنے ملک میں اسلام کو شائع ہونے سے جبراً روکتے تھے ان سے بطور حفاظت خود اختیاری یا ملک میں آزادی پیدا کرنے کے لئے لڑائی کی جاتی تھی۔ بجز ان تین صورتوں کے آنحضرت ﷺ اور آپ کے مقدس خلیفوں نے کوئی لڑائی نہیں کی بلکہ اسلام نے غیر قوموں کے ظلم کی اس قدر برداشت کی ہے جو اس کی دوسری قوموں میں نظیر نہیں ملتی۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 1 صفحہ 747-748)

میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ جیسے بین المذاہب امن کے اصول بیان فرمائے

1897ء اور 1898ء میں ہندوستان میں مذہبی بحث مباحثہ کے سبب حالات سخت خطرناک ہو رہے تھے گورنمنٹ نے سڈیشن کا قانون پاس کیا تھا اس کے باوجود ہندوستان میں فساد کے خطرات بڑھ رہے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ستمبر 1897ء میں ایک میموریل تیار کر کے لارڈ ایلجن بہادر وائسرائے ہند کی خدمت میں ارسال کیا اس میں آپؑ نے تحریر فرمایا کہ قانون سڈیشن میں مذہبی سخت کلامی کو بھی داخل کرنا چاہیے اور اس کے لیے آپ نے تین تجاویز بھی پیش کیں۔

1. یہ کہ قانون پاس کر دینا چاہیے کہ ہر ایک مذہب کے پیرو اپنے مذہب کی خوبیاں تو بے شک بیان کریں لیکن دوسرے مذہب پر حملہ کرنے کی ان کو اجازت نہ ہوگی۔ اس قانون سے نہ تو مذہبی آزادی میں فرق آوے گا اور نہ کسی خاص مذہب کی طرفداری ہوگی اور کوئی وجہ نہیں کہ کسی مذہب کے پیرو اس بات پر ناخوش ہوں کہ اُن کو دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی۔

2. اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو کم سے کم یہ کیا جائے کہ کسی مذہب پر ایسے حملے کرنے سے لوگوں کو روک دیا جائے جو خود اُن کے مذہب پر پڑتے ہوں۔ یعنی اپنے مخالف کے خلاف وہ ایسی باتیں پیش نہ کریں جو خود ان کے ہی مذہب میں موجود ہوں۔

3. اگر یہ بھی ناپسند ہو تو گورنمنٹ ہر ایک فرقہ سے دریافت کر کے اس کی مسلّمہ کتب مذہبی کی ایک فہرست تیار کرے اور یہ قانون پاس کر دیا جائے کہ اس مذہب پر ان کتابوں سے باہر کوئی اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ جب اعتراضات کی بنیاد صرف خیالات یا جھوٹی روایات پر ہو جنہیں اس مذہب کے پیرو تسلیم ہی نہیں کرتے تو پھر اُن کے رُو سے اعتراض کرنے کا نتیجہ باہمی بغض و عداوت ترقی کرنے کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔

(سیرت مسیح موعودؑ از حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ صفحہ 42-43)

طاقت ہونے کے باوجود درگزر کرنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اخلاق میں کامل تھے۔

آپ نہایت رؤف رحیم تھے۔ سخی تھے۔ مہمان نواز تھے۔ اَشجع الناس تھے۔ ابتلاؤں کے وقت جب لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے آپ شیر نر کی طرح آگے بڑھتے تھے۔ کسی کی دل آزاری کو نہایت ہی ناپسند فرماتے تھے۔ اگر کسی کو بھی ایسا کرتے دیکھ پاتے تو منع کرتے۔۔۔

ایک مرتبہ دشمن پر مقدمہ میں خرچہ پڑا۔ تو آپ نے اس کی درخواست پر اُسے معاف کر دیا۔ ایک فریق نے آپ کو قتل کا الزام لگا کر پھانسی دلانا چاہا مگر حاکم پر حق ظاہر ہوگیا۔ اور اس نے آپ کو کہا کہ آپ ان پر قانوناً دعویٰ کر کے سزا دلا سکتے ہیں مگر آپ نے درگزر کیا۔ آپ کے وکیل نے عدالت میں آپ کے دشمن پر اس کے نسب کے متعلق جرح کرنی چاہی۔ مگر

آپ نے اُسے روک دیا۔

غرض یہ کہ آپ نے اخلاق کا وہ پہلو دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ جو معجزانہ تھا، سراپا حسن تھے، سراسر احسان تھے۔ اور اگر کسی شخص کا مثیل آپ کو کہا جاسکتا ہے تو وہ صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

آپ کے اخلاق کے اس بیان کے وقت قریباً ہر خلق کے متعلق مَیں نے دیکھا کہ مَیں اسکی مثال بیان کرسکتا ہوں۔ یہ نہیں کہ مَیں نے یونہی کہہ دیا ہے۔ مَیں نے آپ کو اس وقت دیکھا۔ جب مَیں دو برس کا بچہ تھا۔ پھر آپ میری ان آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں ستائیس سال کا جوان تھا۔ مگر مَیں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں۔ کہ مَیں نے آپ سے بہتر، آپ سے زیادہ خلیق، آپ سے زیادہ نیک، آپ سے زیادہ بزرگ، آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ایک نور تھے جو انسانوں کے لئے دُنیا پر ظاہر ہوا اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اسے شاداب کرگئی۔ اگر حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی۔ کہ ،،کان خلقہُ القرآن،، تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ ،، کان خلقہُ حُبّ محمدٍ واتباعہ علیہ الصّلوۃ والسّلام،،

(سیرت المہدی حصہ سوم اول صفحہ 826)

صداقت کے گواہ متعصب آریہ

لالہ شرم پت اور لالہ ملاوامل سلسلہ بیعت سے بہت پہلے کے حاشیہ نشین تھے۔ متعدد نشانوں کے عینی گواہ بنے۔ حضرت اقدسؑ نے کئی نشانوں میں ان کو شہادت کے لئے مخاطب کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی انگوٹھی تیار کروانی چاہی تو اس کے لئے بھی آپ نے لالہ ملاوامل کو روپیہ دے کر امرتسر بھیجا تھا۔ چنانچہ لالہ ملاوامل امرتسر سے یہ انگوٹھی قریباً پانچ روپے میں تیار کروا کر لائے تھے۔ حضرت صاحب نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ میں نے ایسا اس لئے کیا تھا تا کہ لالہ ملاوامل اس الہام کا پوری طرح شاہد ہو جاوے چنانچہ حضرت صاحب نے اپنی کتب میں اس پیشگوئی کی صداقت کے متعلق بھی لالہ ملاوامل کو شہادت کے لئے بلایا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 146 روایت 152)

مخالف کو تحفظ دینے کا خوبصورت انداز

ایک دفعہ ایک ہندوستانی مولوی قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں ایک جماعت کی طرف سے نمائندہ ہو کر آپ کے دعویٰ کی تحقیق کے لئے آیا ہوں۔ اور پھر اس نے اختلافی مسائل کے متعلق گفتگو شروع کر دی اور وہ بڑے تکلف سے خوب بنا بنا کر موٹے موٹے الفاظ استعمال کرتا تھا۔ اس کے جواب میں جو حضرت صاحب نے کچھ تقریر فرمائی تو وہ آپ کی بات کاٹ کر کہنے لگا کہ آپ کو مسیح ومہدی ہونے کا دعویٰ ہے مگر آپ الفاظ کا تلفظ بھی اچھی طرح ادا نہیں کر سکتے۔ اس وقت مولوی عبد اللطیف صاحبؓ شہید بھی مجلس میں حضرت صاحب کے پاس بیٹھے تھے ان کو بہت غصہ آ گیا اور انہوں نے اسی جوش میں اس مولوی کے ساتھ فارسی میں گفتگو شروع کر دی۔ حضرت صاحب نے مولوی عبد اللطیف صاحب کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا۔ اور پھر کسی دوسرے وقت جب کہ مولوی عبد اللطیف صاحب مجلس میں موجود نہ تھے۔ فرمانے لگے کہ اس وقت مولوی صاحب کو بہت غصہ آ گیا تھا چنانچہ میں نے اسی ڈر سے کہ کہیں وہ اس غصہ میں اس مولوی کو کچھ مار ہی نہ بیٹھیں مولوی صاحب کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دبائے رکھا تھا۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 337 روایت 366)

غیر مسلموں کی دکانوں سے خریدنا
اور ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا

آپ کو عیسائیوں کی تیارشدہ چیزوں کے کھانے میں پرہیز نہیں تھا۔ بلکہ ہندوؤں تک کی چیزوں میں پرہیز نہیں تھا۔ البتہ اس روایت کا یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ عیسائیوں نے طریق ذبح کے معاملہ میں شرعی طریق کو چھوڑ دیا ہے اس لئے ان کے اس قسم کے کھانے سے پرہیز چاہیئے۔ مگر باقی چیزوں میں حرج نہیں۔ ہاں اگر کوئی چیز اپنی ذات میں حرام ہو تو اس کی اور بات ہے۔ ایسی چیز تو عیسائی کیا مسلمان کے ہاتھ سے بھی نہیں کھائی جائے گی۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 563 روایت 591)

ایک دفعہ ایک خاتون نے ہندو کے ہاتھ کی مٹھائی کھانے پر حیرت اور اعتراض کا اظہار کیا تو آپؑ نے کہا۔ تو پھر کیا ہے۔ ہم جو سبزی کھاتے ہیں۔ وہ گوبر اور پاخانہ کی کھاد سے تیار ہوتی ہے۔ اور اسی طرح بعض اور مثالیں دے کر اُسے سمجھایا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 759 روایت 850)

تحفہ قبول کرنا

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ فرماتے ہیں: حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہندوؤں کے ہاں کا کھانا کھا لیتے تھے اور اہل ہنود کا تحفہ از قسم شیرینی وغیرہ بھی قبول فرما لیتے تھے اور کھاتے بھی تھے۔ اسی طرح بازار سے ہندو حلوائی کی دُکان سے بھی اشیاء خوردنی منگواتے تھے۔۔۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ ہندوؤں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز جائز سمجھتے تھے اور اس کے کھانے میں پرہیز نہیں تھا۔ آجکل جو عموماً پرہیز کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ مذہبی نہیں بلکہ اقتصادی ہے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 794 روایت 921)

دعوت قبول کرنا

ایک شخص جو ہندو تھا اور بڑا ساہوکار تھا وہ جالندھر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ میں حضور کی مع تمام رفقاء کے دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فوراً دعوت قبول فرمالی۔ اُس نے کھانے کا انتظام بستی بابا خیل میں کیا اور بہت پر تکلف کھانے پکوائے۔ جالندھر سے پیدل چل کر حضور مع رفقاء گئے۔ اُس ساہوکار نے اپنے ہاتھ سے سب کے آگے دسترخوان بچھایا۔ اور لوٹا اور سلاپچی لے کر خود ہاتھ دُھلانے لگا۔ ہم میں سے کسی نے کہا کہ آپ تکلیف نہ کریں تو اُس نے کہا کہ میں نے اپنی نجات کا ذریعہ محض یہ سمجھا ہے کہ میری یہ ناچیز خدمت خدا قبول کر لے۔ غرض بڑے اخلاص اور محبت سے وہ کھانا کھلاتا رہا۔ کھانا کھانے کے بعد اُس نے حضرت صاحب سے عرض کی کہ کیا خدا میرے اس عمل کو قبول کرے گا، مجھے نجات دے گا؟ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ذرہ نواز ہے۔ تم خدا کو وحدہ لاشریک یقین کرو اور بتوں کی طرف بالکل توجہ نہ کرو اور اپنی ہدایت کے لئے خدا سے اپنی زبان میں ہی دعا مانگتے رہا کرو۔ اُس نے کہا کہ میں ضرور ایسا کروں گا۔ حضور بھی میرے لئے دعا مانگتے رہیں۔ پھر ہم واپس جالندھر آ گئے اور وہ ساہوکار دوسرے تیسرے دن آتا اور بڑے ادب کے ساتھ حضور کے سامنے بیٹھ جاتا۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم صفحہ 50 روایت 1056)

بدکلامی پر صبروضبط

ایک دفعہ حضرت صاحبؑ بڑی مسجد میں کوئی لیکچر یا خطبہ دے رہے تھے۔ کہ ایک سکھ مسجد میں گھس آیا اور سامنے کھڑا ہو کر حضرت صاحب کو اور آپ کی جماعت کو سخت گندی اور فحش گالیاں دینے لگا۔ اور ایسا شروع ہوا کہ بس چپ ہونے میں ہی نہ آتا تھا۔ مگر حضرت صاحب خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ اس وقت بعض طبائع میں اتنا جوش تھا کہ اگر حضرت صاحب کی اجازت ہوتی۔ تو اُس کی وہیں تکا بوٹی اُڑ جاتی۔ مگر آپؑ سے ڈر کر سب خاموش تھے۔ آخر جب اس کی فحش زبانی حد کو پہنچ گئی۔ تو حضرتؑ صاحب نے فرمایا۔ کہ دو آدمی اسے نرمی کے ساتھ پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیں مگر اسے کچھ نہ کہیں۔ اگر یہ نہ جاوے تو حاکم علی سپاہی کے سپرد کر دیں۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 257 روایت 286)

آخری کتاب۔ پیغام صلح

آپؑ کو اپنی وفات قریب ہونے کے الہامات ہو رہے تھے۔ زندگی کے آخری دو تین روز ایک کتاب لکھنے میں گزارے جس کا مقصد خالصتاً نسل انسانی کی بہبود، امن عالم کا قیام اور بین المذاہب صلح و آشتی تھا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

دعا کا تحفہ

ہمّ وغم دور کرنے کے لئے صبح وشام پڑھنے کی دعا

حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص صبح یا شام سات مرتبہ یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کے بارہ میں اس کے سب ہم وغم دور کر دیتا ہے۔

(ابو داؤد)

حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۲۹﴾

(التوبہ:129)

ترجمہ: اللہ میرے لئے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ الحاج ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 24)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

ظہیر احمد خان۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن

بنیادی مسائل کے جوابات

قسط 32

سوال:۔ ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ قرآن کریم کے نصف میں جو وَلۡیَتَلَطَّفۡ کا لفظ آیا ہے، اس لفظ کے قرآن کریم کے درمیان میں آنے میں کچھ خاص حکمت ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 12 فروری 2021ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطاء فرمایا:

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو آیات اور سورتوں کی شکل میں نازل فرمایا اور آنحضور ﷺ نے خدا تعالیٰ سے راہنمائی پا کر اس کی موجودہ ترتیب کو قائم فرمایا ہے۔ آنحضور ﷺ کے بعد مختلف وقتوں میں کئی طرح سے جو قرآن کریم کی تقسیم کی گئی ہے، یہ سب ذوقی باتیں ہیں۔ اس سے قرآن کریم میں پائی جانے والی دائمی تعلیمات اور اس کے عمیق در عمیق روحانی معارف پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

قرآنی تعلیمات کا بنیادی مقصد خدا تعالیٰ کی توحید کا پرچار ہے۔ اس اعتبار سے جب ہم قرآن کریم پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ قرآن کریم کی ابتداء میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کے مضمون کو بیان کیا گیا اور قرآن کریم کا اختتام بھی اسی توحید باری تعالیٰ کے مضمون پر ہو رہا ہے اور قرآن کریم کے درمیان میں جو سورۃ آئی ہے یعنی سورۃ الکہف وہ بھی خاص طور پر توحید کے ہی مضمون پر مشتمل ہے اور پھر خود اس سورۃ کا آغاز اور اختتام بھی توحید ہی کے مضمون پر ہوتا ہے۔

پس قرآن کریم کی اس ترتیب میں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ توحید کی تعلیم کو بیان فرما کر انسان کو یہ پیغام دیا ہے کہ اس کی کامیابی کا راز اسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر اس عارضی زندگی کو گزارے تا کہ اخروی اور دائمی زندگی میں وہ خدا تعالیٰ کے لامتناہی فضلوں کا وارث بن سکے۔

سوال:۔ ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا ہے کہ میں اپنی جماعت میں امام الصلوٰۃ ہوں۔ جمعہ کی نماز میں قنوت پڑھنا چاہتا ہوں کیونکہ آجکل وباء کے دن ہیں اور احمدیوں پر بعض ممالک میں ظلم بھی ہو رہا ہے۔ لیکن بعض دوستوں کو اس پر اعتراض ہے۔ اس بارہ میں اجازت اور راہنمائی کی درخواست ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 12 فروری 2021ء میں اس بارہ میں درج ذیل ہدایات فرمائیں:۔

جواب:۔ آنحضور ﷺ نے امام الصلوٰۃ کیلئے ایک نہایت ضروری نصیحت یہ فرمائی ہے کہ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمۡ لِلنَّاسِ فَلۡیُخَفِّفۡ فَاِنَّ مِنۡھُمُ الضَّعِیۡفَ وَالسَّقِیۡمَ وَالۡکَبِیۡرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمۡ لِنَفۡسِہٖ فَلۡیُطَوِّلۡ مَا شَاءَ۔ (صحیح بخاری کتاب الاذان) یعنی جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے ہلکی نماز پڑھانی چاہئے کیونکہ مقتدیوں میں کمزور اور بیمار اور بوڑھے سب ہی ہوتے ہیں۔ اور جب تم میں سے کوئی اکیلا اپنی نماز پڑھے تو وہ جس قدر چاہے اسے لمبا کرے۔

جہاں تک نمازوں میں قنوت کرنے کا معاملہ ہے تو احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے مسلمانوں پر کسی مصیبت کے وارد ہونے پر بھی کچھ وقت کیلئے قنوت کے طریق کو اختیار فرمایا۔ چنانچہ رجیع اور بئر معونہ کے موقعہ پر دشمنان اسلام کی طرف سے بدعہدی اور دھوکہ دہی کے ساتھ صحابہ کی ایک بڑی جمعیت کی شہادت پر حضور ﷺ نے ان مخالف قبائل کے خلاف تیس روز تک قنوت فرمایا اور ان قبائل کے خلاف بد دعا کی۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی)

نیز اس کے علاوہ حضور ﷺ نے صحابہ کو وتر کی نماز میں قنوت کرنے کا بھی طریق سکھایا اور اس کیلئے مختلف دعائیں بھی صحابہ کو سکھائیں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ)

پس قنوت کا ایک طریق وہ ہے جو نماز وتر میں اختیار کیا جاتا ہے اور ایک قنوت خاص حالات میں مثلاً دشمن کی طرف سے کسی تکلیف کے پہنچنے پر یا کسی وبا وغیرہ کے پھیلنے پر اختیار کیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی پیش خبری کے مطابق جب پنجاب میں طاعون پھیلی تو حضور علیہ السلام نے آنحضور ﷺ کی اسی سنت کی اتباع میں فرمایا کہ ’’آجکل چونکہ وباء کا زور ہے اس لئے نمازوں میں قنوت پڑھنا چاہیے۔‘‘(البدر نمبر 15، جلد 2، مورخہ یکم مئی 1903ء صفحہ 115) نیز فرمایا کہ ’’چاہیے کہ ہر ایک شخص تہجد میں اٹھنے کی کوشش کرے اور پانچ وقت کی نمازوں میں بھی قنوت ملاویں۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 192 مطبوعہ 2016ء)

علاوہ ازیں حضور علیہ السلام نے قنوت میں پڑھی جانے والی دعاؤں کے متعلق بھی راہنمائی فرماتے ہوئے ہدایت دی کہ اس میں ادعیہ ماثورہ جو قرآن و حدیث میں آئی ہیں وہ ہی پڑھی جائیں۔

(اخبار بدر نمبر 31، جلد 6، مورخہ یکم اگست 1907ء صفحہ 12)

قنوت کے بارہ میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ ایک تو اسے مختلف نمازوں میں پڑھنا مسنون ہے، فرض نہیں۔ اس لئے اسے پڑھنا لازمی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ نیز احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں قنوت کے نمازوں میں پڑھنے کی روایات تو ملتی ہیں لیکن نماز جمعہ میں پڑھنے کی کوئی روایت کہیں نہیں ملتی۔ اس لئے ایسی نیکیوں کو جن میں دوسرے لوگ بھی شامل ہو رہے ہوں اسی حد تک بجالانا چاہئے جس حد تک شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ تاکہ کسی کو بھی تکلیف مالا یطاق کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

سوال:۔ ایک دوست نے لونڈیوں سے جسمانی فائدہ اٹھانے نیز سود کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب کے موقف کا ذکر کر کے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے اس بارہ میں راہنمائی چاہی۔ جس پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 15 فروری 2021ء میں اس بارہ میں درج ذیل ارشاد فرمایا:۔

جواب:اسلام کے ابتدائی دور میں دشمنان اسلام کی ظالمانہ کارروائیوں کے جواب میں اسلامی جنگوں کی اجازت کے نتیجہ میں جب دشمنوں کے دیگر اموال غنیمت کے ساتھ ان کی عورتیں بھی لونڈیوں کی صورت میں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں تو سورۃ النساء کی بعض آیات کی روشنی میں میرا موقف یہی ہے کہ ان لونڈیوں کے ساتھ نکاح کے ذریعہ ہی تعلقات زوجیت استوار ہو سکتے تھے، اگرچہ اس نکاح کیلئے ان لونڈیوں کی رضامندی ضروری نہیں تھی اور نہ ہی لونڈی سے نکاح کے نتیجہ میں مرد کیلئے چار شادیوں تک کی اجازت پر کوئی فرق پڑتا تھا۔

ایسی لونڈیوں کے مسئلہ پر آپ نے جو اپنے موقف کا ذکر کیا ہے تو جیسا کہ میں نے اپنے پہلے جواب میں (جو بنیادی مسائل کے جوابات کی قسط نمبر 4 اور 5 میں شائع ہو چکا ہے) لکھا ہے کہ اس مسئلہ پر مختلف آراء موجود ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی موقف تھا کہ ان لونڈیوں سے تعلقات کیلئے نکاح کی ضرورت نہیں جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے دونوں قسم کے موقف ثابت ہیں۔

بہرحال نکاح ہوتا تھا یا نہیں ہوتا تھا، طریق جو بھی تھا لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ اگر اس لونڈی کے ہاں اولاد ہو جاتی تھی تو مالک کی زندگی میں اسے ام الولد کا درجہ مل جاتا تھا، یعنی مالک نہ تو اس لونڈی کو فروخت کر سکتا تھا، نہ کسی اور کو ہبہ کر سکتا تھا اور مالک کی وفات کے بعد ایسی عورت کو آزادی کے پورے حقوق مل جاتے تھے اور وہ مکمل طور پر آزاد ہو جاتی تھی۔

باقی جہاں تک سود کا مسئلہ ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں ہر زمانہ میں خلیفۂ وقت کی نگرانی میں علماء جماعت احمدیہ کے ذریعہ اس

مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کے بارہ میں غور کے بعد اپنا موقف بیان کرتی رہی ہے۔ اور اس وقت بھی سود سے تعلق رکھنے والے کئی امور پر جماعت غور کر رہی ہے۔

سوال: ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا کہ کیا میں اپنے کسی ایسے عیسائی، ہندو یا بدھ مت سے تعلق رکھنے والے دوست کی وفات پر اس کیلئے دعا کرسکتا ہوں جو جماعت احمدیہ کیلئے اچھے اور پیار کے جذبات رکھتا تھا؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 15 فروری 2021ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا:

جواب: جیسا کہ میں نے پہلے بھی آپ کو لکھا تھا کہ اسلام ہمیں کسی انسان سے نفرت نہیں سکھاتا بلکہ صرف اس کے بُرے فعل سے بیزاری کی تعلیم دیتا ہے۔ اور جہاں تک کسی کے جنت یا جہنم میں جانے کا معاملہ ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور کسی دوسرے انسان کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ اس دنیا میں بیٹھ کر کسی انسان کی جنت یا جہنم کا فیصلہ کرے۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے انبیاء اور فرستادوں کو کسی شخص کے جنتی یا جہنمی ہونے کا علم دیدیتا ہے۔ لیکن اس شخص کے جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ’’یقیناً جو لوگ (محمد رسول اللہ ﷺ پر) ایمان لائے اور وہ لوگ جو یہودی بن گئے اور صابی اور نصرانی اور مجوسی اور وہ لوگ بھی جنہوں نے شرک کیا۔ اللہ یقیناً ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ اللہ یقیناً ہر ایک چیز کا نگران ہے۔‘‘

(الحج:18)

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس مضمون کو بھی بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی انسان کے نیک عمل ضائع نہیں کرتا خواہ وہ انسان کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ’’جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جو یہودی ہیں نیز نصاریٰ اور صابی (ان میں سے) جو (فریق) بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر (کامل) ایمان لایا ہے اور اس نے نیک عمل کئے ہیں یقیناً ان کیلئے ان کے رب کے پاس ان کا (مناسب) اجر ہے۔‘‘

(البقرہ:63)

پس کسی کی وفات پر افسوس کا اظہار کرنے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ کی دعا پڑھنے اور اللہ تعالیٰ کا رحم مانگنے میں کوئی حرج نہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ پڑھنے سے تو خود پڑھنے والے کیلئے بھی دعا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ کسی تکلیف یا نقصان کے پہنچنے پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اور اس دعا سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اے اللہ تو اس تکلیف کو دور فرما دے یا اس نقصان کو پورا فرما دے۔ اور جب کسی کی وفات پر ہم یہ دعا کرتے ہیں تو اس سے ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اے اللہ اس انسان کے ساتھ جو میری توقعات وابستہ تھیں، اس کے مرنے کے بعد تو ان توقعات کو پورا فرما دے۔

اللہ تعالیٰ کا رحم بھی انسان کسی کیلئے بھی مانگ سکتا ہے، کیونکہ رحم کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس انسان پر کس وقت رحم کرنا ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے رحم کے نتیجہ میں جہنم بالکل خالی ہو جائے گی۔

(تفسیر الطبری، تفسیر سورۃ ہود آیت نمبر 108)

سوال: ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا کہ ہم جب مذہبی اور روحانی لحاظ سے ’’دل‘‘ کی بات کرتے ہیں تو کیا اس سے مراد وہی عضو ہوتا ہے جو خون کی گردش کا کام کرتا ہے یا پھر اس سے مراد روح اور دماغ ہوتا ہے؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 19 فروری 2021ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب ارشاد فرمایا:

جواب: عربی زبان میں عام طور پر دل کیلئے قلب اور فؤاد کے الفاظ آتے ہیں اور یہ دونوں الفاظ قرآن کریم میں ظاہری معنوں میں بھی استعمال ہوئے ہیں اور استعارہ کے رنگ میں بھی آئے ہیں۔ مثلاً دل پر پردہ پڑ جانا، دل میں ٹیڑھا پن ہونا، دل کا سخت ہو جانا، دل کا ایمان نہ لانا، دل میں مرض پیدا ہو جانا، دل پر مہر لگ جانا، دل پر زنگ لگ جانا، دل کا انکار کرنا، دل میں غیظ کا ہونا، دل کا شک کرنا، دل کا اندھا ہونا، دل کا گلے تک آ جانا، دل کا پھر جانا، دل کا نہ سمجھنا، دل کا نیکی اور برائی کمانا، دل کا اللہ کے ذکر سے غافل ہونا، دل کا پاک ہونا، دل کا اطمینان پانا، دل میں تقویٰ ہونا، دل کا مضبوط ہونا، دل کا ارادہ کرنا، دل میں ایمان کا داخل ہونا، دل پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہونا، دل کا فکر سے فارغ ہونا اور دل کا دیکھنا وغیرہ۔ اسی طرح احادیث میں بھی دل کو ظاہری معنوں کے علاوہ استعارہ کے طور پر بھی استعمال کیا گیا ہے۔

پس قرآن و حدیث میں اس لفظ کے مختلف معانی کا استعمال بتاتا ہے کہ مذہبی اور روحانی زبان میں دل سے مراد صرف ایک جسمانی عضو نہیں ہے جو خون کی گردش کا کام کرتا ہے بلکہ مذہبی اور روحانی زبان میں اس لفظ کو استعارہ کے طور پر بھی کئی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس سے مراد روح، علم، فہم، عقل، نیت، طبیعت، شجاعت اور فطرت وغیرہ کئی مطالب ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ قلب اور فؤاد کی لغوی تحقیق کے ضمن میں فرماتے ہیں:

قلب۔۔۔کے معنے ہیں اَلْفُؤَادُ۔ دل۔۔۔اور کبھی قلب کا لفظ عقل پر بھی بولا جاتا ہے۔۔۔۔۔۔ اور لفظ قلب کے ذریعہ ان کیفیات کو بیان کیا جاتا ہے جو روح، علم اور شجاعت وغیرہ اقسام کی اس کے ساتھ مخصوص ہیں۔۔۔ قلب کے معنے سوچنے اور تدبر کے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 153)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

دل میں ایمان کے لکھنے سے یہ مطلب ہے کہ ایمان فطرتی اور طبعی ارادوں میں داخل ہو گیا اور جزوِ طبیعت بن گیا اور کوئی تکلف اور تصنع درمیان نہ رہا۔ اور یہ مرتبہ کہ ایمان دل کے رگ و ریشہ میں داخل ہو جائے اُس وقت انسان کو ملتا ہے کہ جب انسان روح القدس سے مؤید ہو کر ایک نئی زندگی پاوے اور جس طرح جان ہر وقت جسم کی محافظت کیلئے جسم کے اندر رہتی ہے اور روشنی اُس پر ڈالتی رہتی ہے اسی طرح اِس نئی زندگی کی روح القدس بھی اندر آباد ہو جائے اور دل پر ہر وقت اور ہر لحظ اپنی روشنی ڈالتی رہے اور جیسے جسم جان کے ساتھ ہر وقت زندہ ہے دل اور تمام روحانی قویٰ روح القدس کے ساتھ زندہ ہوں اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے بعد بیان کرنے اِس بات کے کہ ہم نے اُن کے دلوں میں ایمان کو لکھ دیا یہ بھی بیان فرمایا کہ روح القدس سے ہم نے ان کو تائید دی کیونکہ جبکہ ایمان دلوں میں لکھا گیا اور فطرتی حروف میں داخل ہو گیا تو ایک نئی پیدائش انسان کو حاصل ہو گئی اور یہ نئی پیدائش بجز تائید روح القدس کے ہرگز نہیں مل سکتی۔ رُوح القدس کا نام اسی لئے روح القدس ہے کہ اُس کے داخل ہونے سے ایک پاک روح انسان کو مل جاتی ہے۔ قرآن کریم روحانی حیات کے ذکر سے بھرا پڑا ہے اور جا بجا کامل مومنوں کا نام احیاء یعنی زندے اور کُفار کا نام اموات یعنی مردے رکھتا ہے۔ یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ کامل مومنوں کو روح القدس کے دخول سے ایک جان مل جاتی ہے اور کُفار گو جسمانی طور پر حیات رکھتے ہیں مگر اُس حیات سے بے نصیب ہیں جو دل اور دماغ کو ایمانی زندگی بخشتی ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 100 تا 102)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

قرآن شریف میں جو خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ آیا ہے اس میں خدا کے مہر لگانے کے یہی معنی ہیں کہ جب انسان بدی کرتا ہے تو بدی کا نتیجہ اثر کے طور پر اس کے دل پر اور منہ پر خدا تعالیٰ ظاہر کر دیتا ہے اور یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ یعنی جب کہ وہ حق سے پھر گئے تو خدا تعالیٰ نے ان کے دل کو حق کی مناسبت سے دور ڈال دیا اور آخر کو معاندانہ جوش کے اثروں سے ایک عجیب کایا پلٹ ان میں ظہور میں آئی اور ایسے بگڑے کہ گویا وہ وہ نہ رہے اور رفتہ رفتہ نفسانی مخالفت کے زہر نے ان کے انوار فطرت کو دبا لیا۔

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 47-48)

اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ کے متعلق حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

اس کے عام معنی تو یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے قلوب اطمینان پاتے ہیں لیکن اس کی حقیقت اور فلسفہ یہ ہے کہ جب انسان سچے اخلاص اور پوری وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور ہر وقت اپنے آپ کو اس کے سامنے یقین کرتا ہے اس سے اس کے دل پر ایک خوف عظمت الٰہی کا پیدا ہوتا ہے وہ خوف اس کو مکروہات اور منہیات سے بچاتا ہے اور انسان تقویٰ اور طہارت میں ترقی کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ اس پر نازل ہوتے ہیں اور وہ اس کو بشارتیں دیتے ہیں اور الہام کا دروازہ اس پر کھولا جاتا ہے اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کو گویا دیکھ لیتا ہے اور اس کی وراء الورا طاقتوں کو مشاہدہ کرتا ہے۔ پھر اس کے دل پر کوئی ہم و غم نہیں آ سکتا اور طبیعت ہمیشہ ایک نشاط اور خوشی میں رہتی ہے۔

(الحکم جلد 9 نمبر 32 مؤرخہ 10 ستمبر 1905ء صفحہ 8)

فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ان کا فطرت صحیحہ کے مطابق کام نہ کرنا بتاتا ہے کہ ان کے دل مریض ہیں کیونکہ اگر دل میں مرض نہ ہوتا تو کم سے کم یہ ان باتوں کو تو محسوس کرتے جو فطرت صحیحہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ جس طرح صفراء کی زیادتی سے زبان کا مزہ خراب ہو جاتا ہے اور میٹھا بھی کڑوا معلوم دیتا ہے اسی طرح جن کے دل مریض ہوں وہ اپنی فطرت کی آواز کو صحیح طور پر نہیں سن سکتے۔

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 173)

پس قرآن و حدیث اور مذکورہ بالا ارشادات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہبی اور روحانی طور پر دل سے مراد صرف ایک جسمانی عضو نہیں ہے بلکہ اس لفظ کو استعارہ کے طور پر بھی کئی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

ابو نائل

مخالفین سلسلہ کی ذہنی پستی کی علامت

احمدیوں کی قبروں پر حملے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۫﴿۵﴾ ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ ۙ﴿۶﴾

(التین :5-6)

ترجمہ: یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ارتقائی حالت میں پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے نچلے درجے کی طرف لوٹنے والوں میں سب سے نیچے لوٹا دیا۔

جیسا کہ ان آیات کریمہ سے ظاہر ہے کہ انسان اپنی بدقسمتی کی وجہ سے ایک اعلیٰ حالت سے گرتا ہوا اتنی پست حالت کی طرف گرتا ہے کہ جانوروں کو بھی مات کر دیتا ہے۔ جو سفلی جذبات انسان کو ان پستیوں کی طرف دھکیلتے ہیں، ان میں سے ایک بے لگام تعصب کا جذبہ بھی ہے۔ یہ جذبہ انسان کو قتل وغارت پر اکساتا ہے۔ اس پر بھی یہ آگ ٹھنڈی نہیں ہوتی تو انسان لاشوں کو مسخ کرنے اور قبروں کی توڑ پھوڑ کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ اس پر بھی تسلی نہیں ہوتی تو قبریں اکھیڑ کر بھی اپنی ذہنی حالت کا ثبوت دیتا ہے۔

قدیم تہذیبوں میں قبروں سے انتقام

اگر ہم قدیم تہذیبوں کا جائزہ لیں تو رومی تہذیب کے قوانین میں قبر کی بے حرمتی کرنے کے جرم پر موت کی سزا دی جاتی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب انتقام کا حیوانی جذبہ جوش مارتا تو اپنے دشمن کی قبر پر غصہ نکالنے سے بھی باز نہ آتے۔ رومی فرمانروا ڈومشن (Domitian) نے ایک قبر اکھیڑ کر اس کی باقیات سمندر میں پھینکنے کا حکم دیا کیونکہ اس کی قبر پر وہ پتھر استعمال کئے گئے تھے جنہیں مندر میں استعمال کرنے کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ روم میں خانہ جنگی کے بعد رومی جنرل سلا (Sulla) کے حامیوں نے اپنے مدمقابل ماریس (Marius) کی قبر کو اکھیڑ کر اس کی باقیات کو دریا میں پھینک دیا تھا۔

قدیم مصری تہذیب میں کم از کم امراء کی لاشوں کو بہت اہتمام سے دفن کیا جاتا تھا اور ان کے ساتھ روزمرہ استعمال کی اشیاء اور دیگر قیمتی اشیاء بھی دفن کی جاتی تھیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اشیاء موت کے بعد کی زندگی میں مرنے والے کام آئیں گی۔ ان قیمتی اشیاء کی وجہ سے اور دیگر وجوہات کی بنا پر یہ خدشہ بھی رہتا تھا کہ قبر کشائی کر کے لاش کی بے حرمتی اور مدفون اشیاء کی لوٹ مار کی جا سکتی ہے۔ بسا اوقات اس کے سد باب کے لئے وہ تہہ خانہ جس میں لاش دفن ہوتی خفیہ رکھا جاتا اور بعض اوقات قبروں پر اس شخص کے خلاف جو قبر کو کھولے یا مقبرے کو نقصان پہنچائے بد دعا تحریر کی جاتی تا کہ ایسا ارادہ کرنے والا ڈر جائے۔ مصر کی قدیم ترین تہذیبوں میں جنہیں اصطلاحاً first dynasty یا پہلا شاہی خاندان کہا جاتا ہے ایسی بربریت کی مثالیں مل جاتی ہیں کہ اپنے سیاسی مخالفین کی قبروں کو اکھیڑ کر یہ خیال کیا گیا کہ ہم نے اپنا بدلہ لے لیا ہے۔ اس دور کا زمانہ ڈھائی ہزار سال قبل مسیح سے لے کر تین ہزار سال قبل مسیح تک بتایا جاتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کئی شقی القلب ہزاروں سال قبل بھی اندھی دشمنی سے مغلوب ہو کر مقبروں کو تباہ کرتے تھے۔

(Baines, J. and Lacovara, P. (2002) 'Burial and the dead in ancient Egyptian society: Respect, formalism, neglect', Journal of Social Archaeology, 2(1), pp. 5–36.)

بہرحال قدیم زمانہ سے ہی بعض سخت دل لوگ مخالف کی قبروں کو اکھیڑ کر یا لاش کو مسخ کر کے آتش انتقام ٹھنڈی کرتے تھے۔ بائبل میں اس فعل کی مذمت کر کے اسے ایسا فعل قرار دیا گیا ہے، جس کے نتیجہ میں خدا کا عذاب نازل ہوسکتا ہے۔ بائبل کی کتاب عاموس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ موآب پر اس لئے خدا کا عذاب نازل ہوا کہ انہوں نے ادوم کے بادشاہ کی ہڈیوں کو نکال کر جلایا تھا۔ عاموس کا دوسرا باب ان الفاظ سے شروع ہوا تھا۔

’’خداوند یُوں فرماتا ہے کہ مُوآب کے تین بلکہ چار گُناہوں کے سبب سے میں اُس کو بے سزا نہ چھوڑوں گا کیونکہ اُس نے شاہ اُدوم کی ہڈیوں کو جلا کر چُونا بنا دیا ہے۔ پس میں مُوآب پر آگ بھیجوں گا اور وہ قریوت کے قصروں کو کھا جائے گی اور مُوآب للکار اور نرسنگے کی آواز اور شور وغوغا کے درمیان مرے گا۔‘‘

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مشرکین مکہ نے اس بدبختی سے حصہ لینے کا ارادہ کیا لیکن ان میں سے عقلمندوں نے مشورہ دیا کہ یہ دروازہ نہیں کھولنا چاہیے۔ جنگ احد کے موقع پر جب مشرکین کا لشکر مدینہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب یہ لشکر ابواء کے مقام سے گذرا تو ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے مشرکین کو اس بات پر اکسایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر اکھیڑ دیں۔ لیکن قریش میں سے کئی لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ یہ دروازہ نہیں کھولنا چاہیے کل کو بنی بکر ہمارے مقابلے پر آئیں گے تو ہماری قبروں کو کھود ڈالیں گے۔

(سیرت الحلبیہ اردو ترجمہ از محمد اسلم قاسمی ناشر دارالاشاعت حصہ دوئم نصف آخر مئی 2009ء صفحہ 137)

چرچ قبر سے انتقام لیتا ہے

جان وائیکلف (John Wycliffe) نے چودھویں صدی عیسوی میں بائبل کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ سے ایک عام پڑھا لکھا شخص بھی جو عبرانی یا یونانی نہیں جانتا یہ معلوم کرسکتا تھا کہ بائبل میں کیا لکھا ہے۔ یہ ایک معقول قدم تھا۔ جان وائیکلف نے پرانے بزرگوں کے حضور دعائیں کرنے اور چرچ سے رقم دے کر بخشش کو خریدنے کی مخالفت کی۔ اس پر چرچ نے جان وائیکلف کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ اس کی زندگی میں اس کی مخالفت تو ہوئی تھی لیکن انتقام کی یہ آگ اس کی موت کے بعد بھی ٹھنڈی نہیں ہوئی۔ اس کی موت کے چالیس سال بعد ایک کونسل میں اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ اس کونسل نے جان وائیکلف کو سزا سنائی اور پوپ مارٹن پنجم نے اس سزا کی تصدیق کی۔ چنانچہ قبر سے اس کی ہڈیاں نکالی گئیں اور انہیں نذر آتش کیا گیا۔ لیکن یہ نامعقول فعل جان وائیکلف کے

نظریات کی رو کو روک نہ سکا۔ آج دنیا بھر کی زبانوں میں بائبل کے تراجم ہوتے ہیں اور اب کیتھولک چرچ بخشش کو فروخت نہیں کرتا۔

موجودہ دور میں قبروں پر حملے

بہرحال گذشتہ صدی میں بھی کہیں نہ کہیں بربریت کا یہ انداز جاری رہا۔ جب 1930ء کی دہائی میں سپین میں خانہ جنگی کی تباہ کاری عروج پر تھی تو ریپبلک کے حامی گروہ اور کیتھولک چرچ کے درمیان ٹھن گئی۔ اختلاف نے تصادم اور تصادم نے بربریت کو جنم دیا۔ ریپبلک کے حامیوں کا کہنا تھا کہ چرچ ان کے مخالف جرنیلوں کی مدد کر رہا ہے۔ اس کا انتقام لینے کے لئے اس گروہ میں سے بہت سے شقی القلب افراد نے چرچ کے احاطہ میں دفن پادریوں اور ننز کی قبروں کو نہ صرف اکھیڑ کر باہر نکالنا شروع کیا بلکہ ان کی ہڈیوں اور لاشوں کو باہر نکال کر سڑکوں پر اور پبلک مقامات پر نمائش پر رکھنا شروع کر دیا۔

(Comparative Studies in Society and History Vol. 27, No. 2 (Apr., 1985), pp. 241260-)

اسی طرح جب دوسری جنگ عظیم سے قبل جرمنی میں نسل پرست نازی جماعت کا تسلط ہوا تو یہودیوں کے خلاف نفرت انگیزی کا آغاز ہوا۔ اس دور میں نازیوں نے یہودیوں کے بہت سے قبرستانوں کو تباہ کیا گیا اور قبروں کے کتبوں کو مختلف عمارات میں استعمال کیا گیا۔

عصر حاضر میں قبروں کی توڑ پھوڑ

اب تک یہ منحوس سلسلہ جاری ہے۔ 2008ء میں فرانس میں ایک مقام پر 500 مسلمانوں کی قبروں کی بے حرمتی کی گئی اور ان کے کتبوں کو توڑنے کے علاوہ ان کے کتبوں پر نسل پرست نعرے لکھے۔ اس سال جنوبی سویڈن میں مالمو کے مقام پر عید الفطر سے بالکل قبل مسلمانوں اور آرتھوڈوکس عیسائیوں کی قبروں کو توڑا پھوڑا گیا۔ بعض کتبوں پر سرخ رنگ پھینکا گیا تھا۔

یہ غیر انسانی رویہ ایک عالمی مسئلہ بن چکا ہے۔ اس بارے میں یونائیٹڈ سٹیٹس کمیشن برائے انٹرنیشنل ریلجس فریڈم نے گذشتہ سال ستمبر میں ایک حقائق نامہ شائع کیا۔ اس کے مطابق الجیریا، آزربائیجان، مصر، پاکستان، جنوبی افریقہ اور ترکی میں مذہبی بنیادوں پر قبروں کی بے حرمتی کی گئی۔ اس رپورٹ کے مطابق 2018ء میں الجیریا میں ایک سے زائد مرتبہ عیسائی احباب کی قبروں کے کتبوں کو مسمار کیا گیا۔ آذربائیجان میں نگورنو کاراباغ کے علاقہ میں عیسائی حملہ آوروں نے مسلمانوں کی قبروں کو مسمار کیا۔ مصر میں ایک قبطی عیسائی لڑکے کی قبر سے لاش کو اس کے لئے نکالا گیا کیونکہ اس کی تدفین مسلمانوں کے قبرستان میں ہوگئی تھی۔ اکتوبر 2019ء میں جنوبی افریقہ میں کیپ ٹاؤن کے مقام پر نامعلوم حملہ آوروں نے مسلمانوں کے ایک قبرستان پر دھاوا بول کر اسی قبروں کے کتبوں کو اکھیڑ کر انہیں ایک

صلیب کے نشان کی صورت میں رکھ دیا۔ ترکی میں یزیدی عقیدہ کے لوگوں کی قبریں نفرت انگیزی کا نشانہ بنیں۔ مختلف یورپی ممالک میں مسلمانوں کی قبروں کے علاوہ یہودیوں کی قبروں پر بھی بار بار حملہ کر کے توڑ پھوڑ کی گئی ۔اسی طرح اس رپورٹ میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ پاکستان میں احمدیوں کی قبروں اور قبرستانوں کو بار بار نشانہ بنایا گیا ہے۔

اس بربریت کی نفسیات کیا ہے؟

ماہرین نفسیات نے اس بات کا تجزیہ کیا ہے کہ آخر کن نفسیاتی وجوہات کی بنا پر انسان اتنا گر جاتا ہے کہ وہ ایک قبر پر حملہ کرنے یا اسے اکھیڑنے یا اس کا کتبہ توڑنے جیسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ بہت سی مثالوں میں یہ ہوتا ہے کہ ایک متعصب گروہ ذہنی طور پر اس بات پر آمادہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ملک کے بعض شہریوں کو اپنا ہم وطن یا اپنے ملک کا شہری تسلیم کرلے۔ چنانچہ اسی ذہنی رو میں وہ ان کی قبروں پر حملے شروع کر دیتا ہے۔ اور یہ روش اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ تم اس ملک سے یا اس ملک کی زمین سے وابستہ نہیں ہو۔ ہم تمہاری قبروں کو اور اس کے کتبوں کو بھی اس ملک کی زمین پر بھی قائم نہیں رہنے دیں گے۔

(What Motivates Cemetery Vandalism? By Renee Garfinkel . Psychology Today 9 March 9 2017)

پاکستان میں احمدیوں کی قبروں پر حملے

جب جماعت احمدیہ کے مخالفین احمدیوں کی قبروں پر حملہ آور ہوتے ہیں تو اس کے پیچھے یہ جذبات تو کارفرما ہوتے ہیں، ان کے علاوہ ایک اور جنون بھی کارفرما ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ احمدیوں کی قبروں پر کلمہ طیبہ ، بسم اللہ ، کوئی آیت یا کوئی عربی آیت کیوں درج ہے؟ پاکستان میں یہ قوانین تو بنا دیئے گئے کہ کوئی احمدی اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتا ، اذان نہیں دے سکتا، اپنی مسجد کو مسجد نہیں کہہ سکتا اور احمدیوں کی تبلیغ سے خائف ہو کر یہ بھی قانون بنا دیا کہ کوئی احمدی تبلیغ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد مساجد سے کلمہ طیبہ مٹانے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اور پھر اس بات کی فکر پڑ گئی کہ کسی احمدی کے پاس قرآن مجید کیوں موجود ہے؟ ایک عدالتی فیصلہ میں اس بات پر بھی تشویش کا اظہار کیا گیا کہ احمدیوں کے نام مسلمانوں کے ناموں جیسے بھی کیوں ہیں۔ گذشتہ کچھ سالوں سے اس ذہنی بیماری کا رخ احمدیوں کی قبروں کی طرف ہو گیا ہے۔ اور انہیں یہ غم لاحق ہو گیا ہے کہ احمدیوں کی قبروں پر کلمہ طیبہ یا آیات کیوں درج ہیں؟ ان کی قبریں مسلمانوں کی قبروں سے کیوں ملتی ہیں؟ چنانچہ اسی ذہنی مرض سے کیفیت سے مغلوب ہو کر پاکستان میں احمدیوں کی قبروں اور قبروں کے کتبوں پر حملے شروع کر دیئے۔ اور یہ سلسلہ کئی سالوں سے

جاری ہے۔

4 دسمبر 2011ء کو دنیا پور ضلع لودھراں میں احمدیوں کے قبرستان پر حملہ کر کے سات قبروں کے کتبے توڑ دیئے گئے۔ 10 جولائی 2012ء کو چک 165 ای بی ضلع پاکپتن میں احمدیوں کی قبروں کی توڑ پھوڑ کی اور ان پر مخالفانہ تحریریں لکھ کر اپنی پست ذہنیت کا مظاہرہ کیا۔ 4 ستمبر 2012ء کو جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں جماعت احمدیہ کے مخالفین کی رپورٹ کے بعد پولیس رات کے اندھیرے میں احمدیوں کے قبرستان میں داخل ہوئی اور 23 کتبوں کو توڑ کر ان کے ٹکڑے اپنے ساتھ لے گئی۔ جب حکومت کے ادارے اور قانون نافذ کرنے والے خود اس قانون شکنی میں ملوث ہوں تو لازمی طور پر اس کے نتیجہ میں متعصب گروہ کی جرأت بڑھے گی۔ ان واقعات کے بعد 2 دسمبر 2012ء کی رات کو دس بارہ مسلح افراد ماڈل ٹاؤن لاہور میں داخل ہوئے اور 120 احمدی مرحومین کی قبروں کے کتبوں کو مسمار کیا۔ پولیس وہاں پہنچی لیکن پھر بھی مجرمین کو فرار ہونے دیا گیا۔ جب اگلے روز پریس رپورٹر نے اس بارے میں ایس ایچ او سے رابطہ کیا تو اس ایس ایچ او نے کہا کہ مجھے اس واقعہ کا علم ہی نہیں۔ اگر ذرا بھی انسانیت ہوتی تو اس سانحہ کے بعد پولیس احمدیوں کے قبرستانوں کی حفاظت کا انتظام کرتی لیکن خود حکومت اس بہیمانہ سلسلہ کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔ چک 96 گ ب تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں مخالفین نے پولیس کو درخواست کی کہ احمدیوں کی قبروں پر لکھی ہوئی عبارتوں سے ان کی دل آزاری ہو رہی ہے۔ اس پر پولیس نے قانون شکنی کرتے ہوئے بغیر کسی عدالتی حکم کے 9 مارچ 2014ء کو احمدیوں کی قبروں کے کتبوں کو مسمار کر دیا۔

گذشتہ چند سالوں میں بھی اس قسم کے اندوہناک واقعات کا سلسلہ جاری رہا۔ 4 جنوری 2020ء کو چک 40 سانگلہ ہل ضلع ننکانہ میں ایک احمدی کی قبر کی بے حرمتی کی گئی۔ فروری 2020ء میں فتح دریا جھنگ میں دو احمدیوں کی قبروں کی بے حرمتی کی گئی۔ اور اسی مہینے کے دوران خود پولیس کے اہلکاروں نے چک 2 ٹی ڈی اے ضلع خوشاب میں احمدیوں کی قبروں کی بے حرمتی کی۔ 13 اپریل 2020ء کو کھر پڑ ضلع قصور میں ایک احمدی کی قبر پر توڑ پھوڑ کی گئی۔ مئی 2020ء میں پچاس مولوی صاحبان اور کچھ پولیس اہلکاروں نے شوکت آباد ننکانہ صاحب میں احمدیوں کی قبروں اور کتبوں کو مسمار کیا۔ جون 2020ء میں چک 79 نواں کوٹ ضلع شیخوپورہ میں احمدیوں کی قبروں کے خلاف مہم چلائی گئی اور آخر کار خود پولیس والوں نے احمدیوں کی درجنوں قبروں کے کتبوں کو مسمار کر دیا۔ اس سے اگلے ماہ ایک شکایت پر عمل کرتے ہوئے گوجرانوالہ کینٹ کے پولیس سٹیشن کے اہلکاروں نے ایک گاؤں کے احمدی قبرستان پر دھاوا بول کر 69 احمدیوں کی قبروں اور کتبوں کو مسمار کیا۔ اگست 2020ء میں چک 79 نواں کوٹ ضلع شیخوپورہ میں احمدیوں کی قبروں کو مسمار کیا گیا۔ اسی مہینے میں دیونہ باجرہ ضلع گجرات میں ایک قبر کو نقصان پہنچایا گیا اور 18 ستمبر کو رنی ضلع شیخوپورہ میں ایک احمدی کی قبر کی بے حرمتی کی گئی۔ اسی مہینے کی 30 تاریخ کو شاہ مسکین ضلع شیخوپورہ میں احمدیہ قبرستان میں 40 قبروں کو نقصان پہنچایا گیا۔ نومبر 2020ء میں دھرکنہ ضلع

چکوال اور ترگڑی ضلع گوجرانوالہ میں یہ بربریت دہرائی گئی۔ دسمبر 2020ء میں پولیس سٹیشن کلر کہار کی حدود میں ایک گاؤں میں احمدیوں کے قبرستان میں تین قبروں کی بے حرمتی کی گئی۔

2021ء شروع ہوا تو تھانہ گوجرہ صدر ٹوبہ ٹیک سنگھ کی حدود میں احمدیوں کے ایک قبرستان میں داخل ہو کر خود ایس ایچ او، پٹواری اور تحصیلدار نے ایک احمدی کی قبر کا کتبہ مسمار کیا۔ اسی مہینے میں بھوئیوال ضلع شیخوپورہ میں تین احمدیوں کی قبروں کے کتبے توڑ دیئے گئے۔ یہ واقعہ تھانہ شرقپور کی حدود میں پیش آیا۔ پھر 26 جنوری 2021ء کو دھیرو کے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں اس قسم کا واقعہ ہوا۔ فروری 2021ء میں 565 گ ب جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں خود پولیس افسران نے 25 احمدیوں کی قبروں کو مسمار کروایا۔ اس کے بعد یہی تاریخ نارنگ منڈی ، چک 79 اور کوٹ سندھا ضلع شیخوپورہ میں دہرائی گئی۔ مارچ میں پولیس نے ایک مرتبہ پھر ایک شکایت پر چابک دستی دکھاتے ہوئے کوٹ دیالداس ضلع ننکانہ میں 16 احمدیوں کی قبروں کو مسمار کیا۔ اسی طرح اپریل 2021ء میں چک 604 ضلع مظفر گڑھ میں پولیس کے اہلکاروں نے ایک احمدی کی قبر کے کتبہ سے کچھ عبارتیں مٹائیں۔ اسی مہینے میں چک 604 ضلع مظفر گڑھ اور بیج کا ضلع گوجرانوالہ میں ایک ایک قبر کو نقصان پہنچایا گیا۔ 9 ستمبر 2021ء کی تاریخ کو تلونڈی موسیٰ خان ضلع گوجرانوالہ میں 40 قبروں کو نقصان پہنچایا گیا۔

اس سال کے آغاز پر فروری میں چک 354 ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ، پریم کوٹ ضلع حافظ آباد ، اور گجو چک ضلع گوجرانوالہ ، آروکے ضلع شیخوپورہ اور سید والا ضلع شیخوپورہ میں بہت سی قبروں کی توڑ پھوڑ کی گئی۔ پھر ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں گھوگھیاٹ میں احمدیوں کی کچھ قبروں کی بے حرمتی کی گئی۔ مارچ 2022ء میں چک 96 صریح فیصل آباد اور پیرو چک سیالکوٹ میں احمدیوں کی قبروں پر حملے کئے گئے۔ 19 اور 20 مئی 2022ء کی درمیانی رات کو پشاور کے قریب ایک گاؤں سانگو میں ایک احمدی اشفاق احمد صاحب ولد ڈاکٹر سرور کی قبر کو کھود کر اشفاق احمد کے جسد خاکی کے باقی ماندہ ٹکڑے باہر پھینک دیئے گئے۔ اور 21 ۔ 22 اگست 2022ء کی درمیانی رات کو مانوالہ ضلع فیصل آباد میں 12 احمدیوں کی قبروں کو نقصان پہنچایا گیا۔

یہ خلاصہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ پاکستان میں اس قسم کے وحشیانہ واقعات بڑھ رہے ہیں۔ یہ ذہنی عارضہ خاص طور پر پنجاب کے مختلف اضلاع میں ترقی کر رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں پہلے یہ دعوے کئے گئے کہ ہم اس جماعت کو صفحہ ہستی مٹا دیں گے۔ ظاہر

بقیہ صفحہ 14 پر

مجید احمد سیالکوٹی۔ برطانیہ

مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب مرحوم

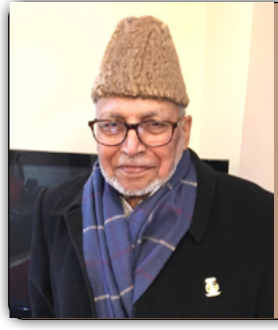

آج محترم چوہدری حمید اللہ صاحب کی یاد آئی تو ان سے وابستہ یادوں کے چراغ روشن ہونے لگے اور جی چاہا کہ ان کو احباب جماعت کی دعاؤں کے لیے صفحہ قرطاس پر پیش کروں۔ چلیں، دعا کے بعد ابتدا کرتا ہوں۔

سنہ 1963ء کے جلسہ سالانہ کے مبارک موقع پر خاکسار کی ڈیوٹی افسر جلسہ سالانہ حضرت سید میر داؤد احمد صاحبؓ کے ساتھ بطور معاون خصوصی لگی۔ محترم چوہدری صاحب کا دفتر بھی دفتر جلسہ سالانہ کے قریب ہی تھا۔ حضرت میر صاحب اکثر چٹ پر کچھ لکھ کر چوہدری صاحب کی طرف بھجواتے اور میں بعض اوقات چوہدری صاحب سے تحریری جواب لے کر واپس آتا۔ اس دور میں پیغام رسانی کا کام کاغذی چٹوں پر ہی چلتا تھا۔ ٹیلیفون کا سسٹم بہت کمزور تھا۔ ٹیلیفون کو انگلی کے ذریعہ گھما کر نمبر ملایا جاتا تھا۔ کال مل جاتی تو خوشی کی بات ہوجاتی تھی، ورنہ وقت ہی ضائع ہوتا تھا۔ اس سے جلدی معاون کارکن مددگار ثابت ہوتا تھا۔ اس لیے پرچی سسٹم کو ہی شارٹ کٹ اور مفید سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح جلسہ کی برکت سے چوہدری صاحب سے تعارف ہوا اور تعلق بنا۔ چوہدری صاحب ٹی آئی کالج میں ریاضی کے پروفیسر تھے۔ ان کے شاگرد جو ریاضی میں لائق تھے یا ان کو پسند تھے وہ ان کے دفتر میں معاون تھے۔ ان کے دو شاگرد مجھے ابھی تک یاد ہیں۔ ایک کا نام ظفر اللہ تھا جس کی لیاقت کا چرچا تھا۔ دوسرے عرفان خان تھے۔ چوہدری صاحب کے پاس دیگر ذمہ داریوں کے علاوہ جلسہ کے رجسٹر کو اپ ٹو ڈیٹ رکھنا ہوتا تھا۔ نیز لال کتاب (Red Book) بھی ان کے سپرد تھی۔

مجھے چوہدری صاحب سے اکثر واسطہ پڑتا تھا جس سے میرے ذہن میں ایک تاثر بیٹھ گیا کہ اس افسر کے ذہن میں حساب ہی بیٹھا ہوا ہے، جس کی وجہ سے ان کی سوچ بڑی گہری ہے۔ اس لیے مجھے اپنی لاابالی طبیعت کو، جو ایک دیہاتی پس منظر کی وجہ سے ہے، سختی سے ٹھیک کرنا ہوگا۔ پھر کوشش کرتا رہا اور ان سے بہت کچھ سیکھا۔

حضرت میر صاحب تو ان پر بہت اعتماد کرتے تھے اور انہیں مستقبل کے لیے تیار بھی کررہے تھے اور ان کا احترام بھی بہت کرتے تھے۔ کیونکہ موصوف حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل ٹی آئی کالج ربوہ کے سٹاف میں شامل تھے۔ اس طرح حضرت میر صاحب مکرم ڈاکٹر سلطان محمود شاہد صاحب انچارج پرہیزی برائے مہمانانِ خصوصی کی قدر کرتے تھے۔ اسی طرح نائب افسر جلسہ سالانہ مکرم صوفی بشارت الرحمن صاحب پروفیسر ٹی آئی کالج بڑے قابل احترام تھے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہم نے وہ زمانہ بھی دیکھا جب چوہدری حمید اللہ صاحب کو صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے مقام پر فائز کیا گیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی گرانقدر خدمات کی وجہ سے ان کو خراج تحسین پیش کیا۔ چوہدری صاحب نے یہ اعزاز خدا کے فضل سے جماعت کی بے لوث خدمت اور دن رات کی سخت محنت کی بدولت پایا۔ چوہدری صاحب حسابی نقطۂ نظر سے ٹیم تیار کرتے اور بغیر کسی شور کے نتیجہ خیز رپورٹ پیش کرتے۔ آپ کے زمانہ میں حاضری اور خرچ سے یہ خوشکن نتائج ظاہر ہوتے جو ہم نے مشاہدہ کیے۔ آپ جماعت کے لیے بڑے فائدہ مند ثابت ہوتے۔ بہت نفع بخش وجود تھے۔

سنہ 1982ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کوٹھی بیت الفضل 3/F8 اسلام آباد پاکستان میں عارضۂ قلب سے بیمار ہوگئے تو چوہدری حمید اللہ صاحب بھی وہاں پہنچے اور ڈیوٹیاں سپرد کیں۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی کوٹھی میں ٹھہرے۔ ملحقہ رہائش گاہ بھی مہمانوں سے بھر گئی۔ احباب جماعت بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ چوہدری صاحب نے بغیر کسی گھبراہٹ اور افراتفری کے انتظامی امور سرانجام دیے۔ حضرت مرزا منصور احمد صاحبؓ ناظر اعلیٰ اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ کی راہنمائی میں خدمت سرانجام دی۔ اس سوگوار ماحول میں معاملات کو نمٹانا ان لوگوں کی ہمت تھی۔

خلافتِ رابعہ کا دور شروع ہوا تو چوہدری صاحب کو وکیل اعلیٰ کی ذمہ داری سونپی گئی۔ آپ نے بڑی حکمت، محنت اور دانشمندی سے کام کو سنبھالا اور اس میں وسعت پیدا کی۔ حضرت مرزا مبارک احمد صاحبؓ طویل عرصہ سے اس پوسٹ پر تھے، لیکن چوہدری صاحب نے بڑے تجربہ کار مبلغ کی طرح اس اہم کام کو سنبھالا۔ اولاً خلافت کی برکت سے روئے زمین پر تبلیغی و تربیتی کام کو پھیلا دیا اور مبلغین سلسلہ کا ساری دنیا میں جال بچھا دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں ایک دفعہ خاکسار لندن سے ربوہ گیا اور چوہدری صاحب نے تمام افسرانِ تحریک جدید اور مبلغین کی میٹنگ بلائی اور خاکسار کو بھی کچھ عرض کرنے کا موقع دیا۔ خاکسار چونکہ لندن میں دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں کارکن تھا اس لیے میں نے اپنی باری آنے پر عرض کیا کہ بعض خطوط اور رپورٹس کے خلاصے تیار کرکے ہم حضور انور کی خدمت پیش کرتے ہیں اور سٹاف کی کمی کے باعث ہمارے پاس وقت بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ اس لیے میری عرض ہے کہ آپ یہاں سے ہی رپورٹس کا خلاصہ ساتھ لگا دیا کریں۔ چنانچہ جب میں واپس لندن پہنچا تو دیکھا کہ وکالتِ علیا کی تمام رپورٹس پر خلاصہ لگ کر آتا ہے۔

اس طرح چوہدری صاحب نے خاکسار کی گزارش پر توجہ فرمائی اور ہمارا کام آسان کردیا۔ حالانکہ میٹنگ کے بعد بعض دوستوں نے مجھے ڈرایا تھا کہ تم نے یہ کیا بات کہہ دی ہے۔ یہ تو ایک طرح سے چوہدری صاحب کو حکم دے دیا ہے کہ ایسا کیا کریں۔ یہ تجویز یا رائے یا گزارش نہیں ہے بلکہ سیدھا سیدھا حکم ہے۔ الحمد للہ کہ چوہدری صاحب نے میری گزارش میں سے وقت اور سٹاف کی کمی والے نقطہ کو اخذ کرلیا اور تمام وکالتوں کو ہدایت کردی کہ وہ رپورٹس کے اوپر مختصر خلاصہ لکھ دیا کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ مکرم چوہدری صاحب کو اکثر جلسہ

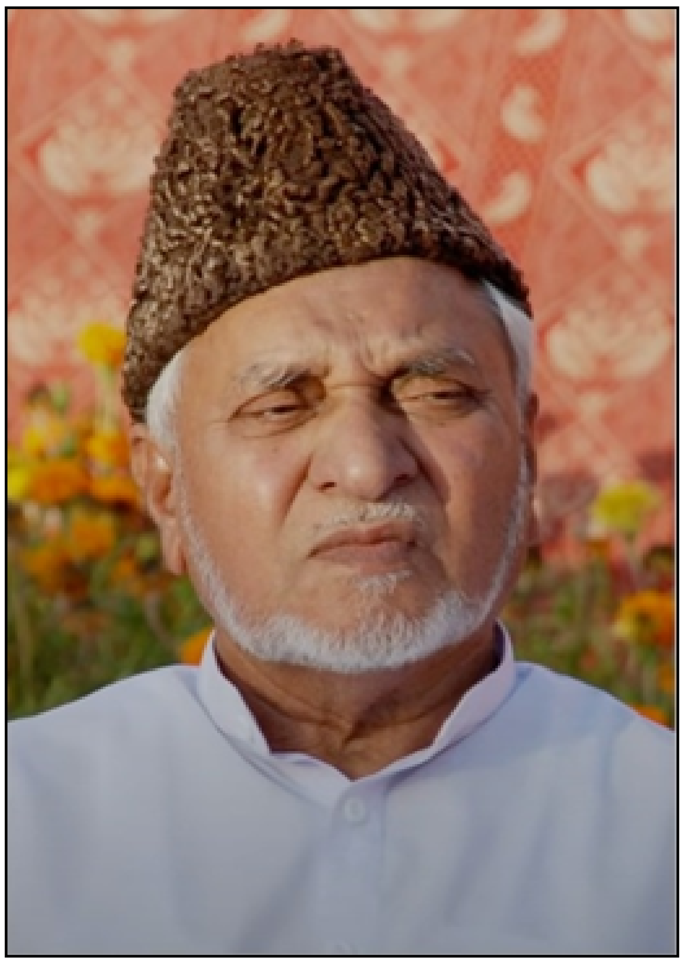

سالانہ یوکے پر بلاتے۔ چوہدری صاحب لندن پہنچتے ہی تبلیغی اور انتظامی پلان پیش کرتے اور پہلے سال کے پلان پر عمل درآمد کی رپورٹ پیش کرتے۔ آپ بڑے گہرے غور وخوض کے بعد بڑے ادب سے اپنی بات اور رپورٹ کارگزاری پیش کرتے۔ لندن میں جماعتی مرکزی دفاتر کا بھی بغور جائزہ لیتے۔ لندن میں مکرم مرزا نصیر احمد صاحب چٹھی مسیح آپ کے معاون ہوتے۔ کار پر ادھر ادھر ضروری کاموں میں مصروف ہوجاتے۔ محترم مبارک احمد ساقی صاحب سینئر تھے، چوہدری صاحب ان سے بھی راہنمائی لیتے۔ یوکے جماعت کے جنرل سیکرٹری مکرم ہدایت اللہ بنگوی صاحب اور نذیر احمد ڈار صاحب اور امیر جماعت مکرم چوہدری انور کاہلوں صاحب، چوہدری آفتاب احمد خان صاحب ایمبیسڈر مکرم ارشد باقی صاحب وغیرہ سے میٹنگ کرتے اور معاملات کو طے کرتے۔ مثلاً پراپرٹی خریدنے، جلسہ سالانہ اور سارے سال کے جو کام کرنے ہوتے ان کا پلان تیار کرتے اور پھر فائنل منظوری کی لیے حضور انور کی خدمت میں پیش کرتے۔

وکالتِ مال کے انچارج محترم چوہدری شریف احمد اشرف صاحب اور چارٹرڈ اکاؤنٹ مکرم شجر احمد فاروقی صاحب سے مالی امور سے متعلق بات چیت کرتے۔ ہر سال کام میں وسعت پیدا کرنے کے لیے کارکنان کو ایڈجسٹ کرتے۔ الحمد للہ خلافت کی برکت سے کام بڑھتا رہا۔ ایم ٹی اے کے کاموں کا بھی جائزہ لیتے۔ بغیر کسی گھبراہٹ یا جلد بازی اور افراتفری کے بڑے ٹھہراؤ کے ساتھ کام کرتے اور معاونین بھی آپ کے ساتھ تعاون کرکے مطمئن نظر آتے تھے۔ چوہدری صاحب کی نظر سیکیورٹی سسٹم پر بھی بڑی گہری تھی۔ ربوہ سے تربیت یافتہ سٹاف بھجواتے اور پی ایس سیٹ اپ پر بھی نظر تھی۔ حضور انور کی ہدایات کی روشنی میں انتظامی امور میں ردوبدل کرتے، اصول وضع کرتے، تقسیم کار دیکھتے اور بڑا گہرا تجزیہ کرتے۔

1987ء میں وقف نو کی مبارک تحریک شروع ہوئی تو مکرم ڈاکٹر شمیم احمد صاحب کو ریکارڈ رکھنے اور لوگوں کے بچوں کی رجسٹریشن سے مطلع کرنے کا بنیادی رجسٹر تیار کرنے کا مشورہ دیا۔

محترم چوہدری صاحب وکیل اعلیٰ کے منصب کے تقاضوں کے مطابق اپنی ماتحت وکالتوں اور لندن کی ایڈیشنل وکالتوں کو قواعد وضوابط کے

مطابق ڈیل کرتے۔ ان میں وسعت پیدا کرتے اور وقت اور ضرورت کے مطابق کام کرواتے۔ ہجرت کی برکات کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے۔ حضور انور کی ہدایت اور راہنمائی میں بیرونی مشنوں مثلاً جرمنی، کینیڈا اور امریکہ وغیرہ کے دورے فرماتے۔ تحریک جدید کے قواعد میں حسب ضرورت تبدیلی وترمیم کرکے حضور انور کی منظوری کے بعد عمل درآمد کراتے۔

وقت کی ضرورت کے مطابق تاریخ اور ریکارڈ کو اپ ٹو ڈیٹ کرتے۔ ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ آپ کے پاس اکثر نوٹ بک ہوتی۔ حضور انور سے ملاقات سے پہلے دفتر پی ایس میں ایک عام سی کرسی پر بیٹھ کر کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے اور بڑی گہری سوچ میں ہوتے۔ پھر حضور کے پاس حاضر ہو کر ہدایات لیتے اور ان کے مطابق من وعن عملدرآمد کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے کام میں برکت ڈالتا۔ حضور کی دعاؤں کی قبولیت کا خوشگوار نتیجہ ظاہر ہوتا نظر آتا۔

سنہ 1984ء کے بعد جنرل ضیاء الحق اور ان کے کارندے جماعت کو ختم کرنے کے درپے ہوگئے۔ چوہدری صاحب صاف صاف بتادیتے کہ حضور دشمن خطرناک حملے کر رہا ہے۔ اس سے بچنے کا صرف اور صرف علاج دعا ہی ہے۔ زمین وآسمان کا خدا ہی ہے جو ان سے نمٹے۔ ہم میں تو کوئی طاقت نہیں ہے۔ خدا جانے اور اس کا نمائندہ خلیفۃ المسیح۔ محترم چوہدری صاحب کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہوتے تھے۔ ان کا تبصرہ اور تجزیہ سچا ہوتا تھا۔

حضور انور اس بارہ میں ان کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے۔ بالآخر حضور انور نے خدائی حکم کے تحت اس فرعون کو مباہلے کا چیلنج دے دیا اور 1988ء میں مباہلے کی دعاؤں سے یہ بدترین معاندِ احمدیت جہاز کے کریش ہونے سے لقمۂ اجل بن گیا اور اپنی ہی آگ میں جل کر راکھ ہوگیا، بلکہ اپنے دوسرے کئی اہم افسروں کے ساتھ واصلِ جہنم ہوا اور عبرت کا نشان بنا۔ مباہلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کامیاب ہوئے۔

ایک دفعہ خاکسار چوہدری صاحب کے زمانے میں لندن سے ربوہ گیا اور وکیل اعلیٰ صاحب کے دفتر میں چوہدری صاحب سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ چوہدری صاحب بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور چائے سے تواضع کی اور مکرم سید جلید احمد صاحب کو بلا کر کہا کہ مجید صاحب کو دار النصر میں پہاڑی کے نزدیک جو کوارٹر تیار ہورہے ہیں دکھا کر لاؤ۔ محترم جلید صاحب مجھے وہاں لے گئے۔ وسیع وعریض پراجیکٹ دیکھا اور دل حمدِ باری سے بھر گیا کہ جماعت کا تعمیر کا کام کروڑوں اربوں میں ہورہا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ''وَسِّعْ مَکَانَکَ'' ہر آن بڑی شان سے پورا ہورہا ہے۔ اس پراجیکٹ کو دیکھنے کے بعد محترم چوہدری صاحب سے ملا اور بتایا کہ ایسی عمارتوں کی تو اب لندن میں ضرورت ہے، کیونکہ حضور کی آمد کے ساتھ جگہ اور مکانوں کی ضرورت بہت بڑھ گئی ہے۔ مسجد فضل اور احاطہ چھوٹا ہوگیا ہے۔ الحمدللہ حضور کی زیر نگرانی جماعت ہرممکن مدد کررہی ہے اور مکان خرید کر بطور دفاتر اور رہائش گاہ اور دارالضیافت استعمال کررہی ہے۔ جماعت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور مالی قربانی کرکے ایک عمدہ مثال قائم کررہی ہے۔ احبابِ جماعت میں خدام، انصار، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات سب دن رات حضور کے گرد شہد کی مکھیوں کی طرح جمع ہوکر خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔

چوہدری صاحب نے فرمایا کہ ربوہ میں جلسہ گاہ کے لیے جو وسیع وعریض جگہ تیار کی وہ بھی جاکر دیکھیں اور ضرورتمندوں کے لیے بیوت الحمد کے نام سے جو کالونی تیار کی گئی ہے وہ بھی دیکھیں۔ چنانچہ وہ پراجیکٹ بھی دیکھے اور ازدیادِ ایمان کا باعث ٹھہرے۔ پھر بڑے خوبصورت گیسٹ ہاؤس دیکھے جن سے ربوہ کی شان دوبالا ہوئی۔ الحمدللہ یہ سب کچھ خلافت کی بدولت ہوتا نظر آیا۔ یہ بڑے بڑے تاریخ ساز کام محترم چوہدری صاحب کی زیرنگرانی پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ چوہدری صاحب نے ہر قدم پر خلیفۂ وقت سے ہدایت اور راہنمائی لی۔

سنہ 2003ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات پر چوہدری صاحب مع نمائندگانِ تحریک جدید صدر انجمن احمدیہ ووقفِ جدید اور افرادِ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام لندن تشریف لائے اور معاملات کو دیکھا۔ سب سے اہم کام جو آپ کے سپرد تھا وہ خلافت کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے انتخابِ خلافت کا کام تھا۔ آپ نے سیکرٹری خلافت کمیٹی کے ساتھ مل کر نمائندگانِ مرکز کی مدد سے مسجد بیت الفضل میں رات کو بعد نماز عشاء خلیفۃ المسیح کا انتخاب کرایا۔ قواعد وضوابط کے مطابق ممبران کمیٹی کو مسجد میں ترتیب سے بٹھایا۔ قواعد پڑھ کر سنائے گئے اور دردبھری دعاؤں کے ساتھ آپ کی صدارت میں نام پیش ہوئے۔ ووٹوں کی گنتی ہوئی اور حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو جماعت احمدیہ کا خلیفۂ خامس منتخب کیا گیا۔ یہ کام خدائی تقدیر کے مطابق مکمل ہوا اور ہم سب ممبرانِ خلافت کمیٹی شاہد ہیں کہ خلیفہ خدا تعالیٰ ہی بناتا ہے اور مومنوں کے دل ایک ہاتھ پر اطمینان پاتے ہیں اور خوف امن میں بدل جاتا ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور خدا تعالیٰ کے اپنے بندے مسیح موعود علیہ السلام سے کیے ہوئے وعدے پورے ہوتے ہیں اور جماعت کو ایک خدائی قیادت عطا ہوتی ہے جس کا دوسرے مذاہب اور فرقے تصور بھی نہیں کرسکتے۔ محترم چوہدری حمید اللہ صاحب کا یہ اعزاز تاریخ احمدیت میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا اور مسجد فضل لندن کو جو برکت بخشی گئی اس سے اس مسجد کی شان دوبالا ہوئی اور ساری دنیا کی احمدیہ مساجد میں اسے ایک منفرد مقام نصیب ہوا۔

اس تاریخی موقع پر ایسے معلوم ہوتا تھا گویا خدا تعالیٰ نے سارا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور سیدنا مسرور سلمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کے ذریعہ ساری جماعت کو باندھ دیا ہے۔

میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ چوہدری صاحب کی یہ عادتِ ثانیہ تھی کہ جماعتی پراجیکٹس کو بڑی تفصیل اور گہرائی سے ملاحظہ فرماتے تھے۔ ایک روز آپ اسلام آباد یوکے میں روٹی پلانٹ دیکھنے آئے اور تفصیلی معاینہ کرنے کے بعد باہر نکلے تو اتفاق سے میں بھی باہر کھڑا تھا۔ یہ روٹی پلانٹ میرے گھر کے سامنے ہی تھا۔ ملتے ہی چوہدری صاحب مسکرائے اور فرمانے لگے کہ یہ روٹی پلانٹ تو آپ کے گھر سے دوچار گز کے فاصلہ پر ہی ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں، میں پلانٹ پر چار پانچ سال سے انجینئر مکرم رفیق بھٹی صاحب اور ان کی ٹیم کے ممبران رشید ملکینک اور نصیر احمد ملکینک محنت کررہے ہیں اور بڑی محنت سے اسے چالو کیا ہے اور جلسہ کے لیے اس پر نان تیار ہوتے ہیں۔ چوہدری صاحب کہنے لگے اب تو ماشاء اللہ بالکل نئی مشین حدیقۃ المہدی میں لگ چکی ہے اور بہت اعلیٰ روٹیاں تیار ہوتی ہیں اور ان کے انجینئر کوالیفائیڈ ہیں۔ مجھے تو زیادہ علم نہیں تھا لیکن چوہدری صاحب ایسے بتارہے تھے جیسے مشینیں انہوں نے تیار کی ہیں۔ چوہدری صاحب کا علم مشینوں کے بارہ میں وسیع تھا۔ پھر انہوں نے دارالضیافت ربوہ میں بھی ایسی ہی مشین لگوائی جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کے لیے روٹیاں اور نان تیار کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جاری فرمودہ لنگر خانہ ایک عجیب شان اختیار کرگیا ہے جس میں مہمانوں کی خدمت اور آرام کے لیے ہر طریق اختیار کیا جاتا ہے۔

سنہ 2005ء میں سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ قادیان پر جانے کا پروگرام مرتب ہوا تو وکالتِ تبشیر لندن کی طرف سے مجھے چٹھی ملی کہ جلسہ سالانہ قادیان کے مبارک ایام میں صبح کی نماز کے بعد مسجد اقصیٰ قادیان میں آپ کے درس القرآن کی منظوری حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عطا فرمائی ہے، لیکن مدرسین کے لیے شرط یہ ہے کہ ان کا درس تفسیر کبیر کی روشنی میں ہوگا۔ الحمدللہ مجھے جلسہ پر جانے کے لیے ہندوستان کا ویزہ مل گیا جو بظاہر مشکل تھا۔ میں نے حسب ہدایت درس تیار کرلیا بلکہ حفظِ ماتقدم کے طور پر دو درس تیار کرلیے۔ میرا سفر مع فیملی براستہ پاکستان ہوا اور جلسے کے ایام میں ہم قادیان دارالامان پہنچ گئے اور مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ کے قریب محترم سید شہامت علی صاحب درویش قادیان کے ہاں ہمیں رہائش ملی جس دن میرے درس کی باری تھی اس دن مسجد اقصیٰ میں پہنچا اور دیکھا کہ نمازِ فجر کے بعد کسی اور دوست کو درس کے لیے بلایا گیا ہے۔ بعد درس خاکسار نے ناظم صاحب مکرم انعام غوری صاحب سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ چلو آپ کل درس دے دیں اور یہ کنفرم ہے۔ صبح کی نماز کے بعد میں نے اپنی باری پر ماحول کے مطابق درس کے لیے آیتِ استخلاف کا انتخاب کیا اور اللہ تعالیٰ نے سینہ کھول دیا۔ الحمدللہ حاضرین میں سے مکرم عطاء المجیب راشد صاحب اور حافظ مظفر احمد صاحب اور چوہدری حمید اللہ صاحب اور محترم اعظم اکسیر صاحب بھی تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ حضور انور ایدہ اللہ کے گھر میں بھی انٹرکام کے ذریعہ آواز پہنچ رہی تھی۔

محترم چوہدری صاحب دوسرے دن ملے تو فرمانے لگے آپ کا درس بہت اچھا تھا۔ کیا آپ نے تفسیری نوٹس میں کچھ اضافہ بھی کیا تھا۔ میں نے عرض کیا ہاں خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ خلافتِ حقہ کا انعام جاری وساری رہے گا، لیکن صفِ اول کے مومنین جو عہدوں پر کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو زیادہ نصیحت فرمائی ہے کہ وہ تقویٰ خلوص اور عدل اور پیار محبت سے کام لیتے رہیں تو عوام میں اس برکت کو شیئر کریں گے۔ بہرحال چوہدری صاحب کی حوصلہ افزائی میں وہ اضافہ والا فقرہ مجھے فکرمند کرگیا۔

حضرت چوہدری حمید اللہ صاحب کی سیرت کا یہ پہلو ایسا ہے کہ جس کو میں اجاگر کرنا چاہتا ہوں اور یقیناً ان کے شاگرد ان کے تحت وکلاء تحریکِ جدید مجھ سے اتفاق کریں گے کہ واقعی چوہدری صاحب میں یہ خوبی تھی کہ وہ بے وجہ کسی کی تعریف نہیں کرتے تھے۔ یہ میں نے تحدیثِ نعمت کے طور پر بتانا ضروری سمجھا ہے۔ محترم چوہدری صاحب اپنے مبلغین اور مربیانِ کرام کے کام کو بڑی باریک بینی سے تولا کرتے تھے اور اچھے نتائج کی توقع رکھتے تھے تا احمدیت ترقی کرے۔

محترم چوہدری صاحب لندن آتے تو بغیر کسی کو پریشان کیے بڑی گہری نظر سے حالات اور مختلف دفاتر میں کام کا جائزہ لیتے۔ دفتر پرائیویٹ

سیکرٹری میں کام کرنے والے مبلغین کے کام جائزہ لیتے۔ چوہدری صاحب للّٰہی محبت کے ساتھ جماعت کی ترقی اور بھلائی کا کام کرتے تھے۔ تنے سے لے کر شاخوں تک نظر ڈالتے اور نتیجہ دیکھتے۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب وقف کی روح کو قائم رکھتے ہوئے خدماتِ دینیہ بجالاتے رہے۔ آپ بڑے تجربہ کار بڑے محنتی اور منجھے ہوئے افسر تھے۔ آپ کو دستورِ اساسی کے ساتھ ساتھ خدام وانصار کے دستورِ اساسی بھی یاد تھے۔ صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید کے آئین بھی پوری طرح یاد تھے۔ تحریکِ جدید کے تمام ماتحت شعبہ جات پر گہری نظر تھی اور وکالت مال کے تعاون سے امور سرانجام دیتے تھے۔

محترم چوہدری صاحب ایک انمول شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی کامیابیوں کا راز صرف اور صرف خلیفۂ وقت کی دعاؤں اور ہدایات پر من وعن عمل میں مضمر تھا۔ آپ اپنی رپورٹ سے ہر چیز خلفاء کے علم میں لاتے۔ اگر پذیرائی ملتی تو خدا کا شکر بجالاتے اور کبھی اپنی بڑائی نہ جتاتے بلکہ خدمت دین کو ہمیشہ اک فضل الٰہی جانتے۔

الحمد للہ خدا تعالیٰ نے جماعت کو کثیر تعداد میں فدائی مخلصین عطا فرمائے ہیں جو خلیفۂ وقت کے ارشاد پر چلتے اور جماعت کا کام کرتے ہیں، لیکن چوہدری صاحب کا رنگ جدا تھا۔ وکیل اعلیٰ کے رتبہ کے مطابق گہری سوچ بچار کے مالک تھے اور مبلغین کے ساتھ حسنِ سلوک فرماتے تھے۔

چوہدری صاحب حساب دان تھے۔ اس سے بڑھ کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے عاشق تھے اور آپ کا مطالعہ وسیع تھا۔ جب بھی بیرونِ ملک دورہ پر جاتے تو امام الزمان علیہ السلام کے اس روحانی خزائن سے ارشادات شامل کر کے اپنی تقریر کو مؤثر اور ایمان افروز بناتے۔ بڑے دھیمے لہجے میں پُرسکون انداز میں انگریزی اور اردو میں تقریر فرماتے۔ مشنوں کی ایک ایک چیز کا جائزہ لیتے اور ان میں بہتری پیدا کرتے۔

محترم چوہدری صاحب کی کامیابی کا راز تو خلافت سے سچی محبت اور اطاعت ہی تھا۔ لیکن ان کی ان تھک محنت اور میٹھی عادت کا بھی عمل دخل تھا۔ ان کی اہلیہ کا بھی کافی حصہ تھا، جو ان کی جماعتی مصروفیات کو دیکھ کر گھریلو معاملات میں مدد نہیں مانگتی تھیں۔ بعض دوروں میں وہ اپنے خرچ پر چوہدری صاحب کے ساتھ تشریف لاتی تھیں۔

محترم چوہدری صاحب نے بہت اچھا کیا جو اپنے سفر زندگی کی مختصر روئیداد کتابی شکل میں تحریر کر گئے۔ اب اسے ایک خوبصورت کتاب کی شکل میں محترم ملک مظفر احمد انچارج رقیم پریس نے شائع کر کے احمدیہ لٹریچر میں خوبصورت اضافہ کیا ہے۔

مولیٰ کریم چوہدری صاحب کو جنت الفردوس میں مقامِ محمود عطا فرمائے اور جماعت کو کئی نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

رپورٹ: مرزا عطاالرؤف۔ مربی سلسلہ تینکودوگ برکینافاسو

ایم ٹی اے کے توسط سے جلسہ سالانہ برطانیہ میں شمولیت

جلسہ سالانہ منعقد تو یوکے میں ہوتا ہے لیکن دنیا بھر کے احمدی، کیا یورپ اور کیا افریقہ اور کیا دور دراز کے ممالک میں رہنے والے احباب جماعت جلسہ کی برکات کو سمیٹنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ جلسہ یوکے میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تقریر کا ہر لفظ جہاں احمدیوں کے دلوں میں تقویٰ کی نئی راہیں قائم کرنے والا تھا وہاں غیر احمدی احباب کے دلوں میں اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرنے والا تھا۔ ذیل میں بورکینافاسو کی جماعت تینکودوگو ریجن کے چند غیر احباب اور بعض احمدی احباب کے جلسہ سالانہ کی کاروائی اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطابات سننے کے بعد کے تاثرات درج کیے جارہے ہیں۔

ایک غیر مسلم عیسائی دوست سورگوتوندے سلوسترے نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پہلے دن کا خطاب سنا اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ:

جماعت احمدیہ کے خلیفہ وقت کا آج کا خطاب انسان کو اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان مضبوط تعلق پیدا کرنے والا خطاب تھا۔ اور آج کا خطاب انسان کو آخرت کی فکر کی طرف غیر معمولی رنگ میں توجہ دلانے والا تھا۔ ہم دنیا میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آج کے خطاب سے اس بارے میں بہت توجہ اور احساس پیدا ہوا ہے کہ ہمارے ایسے اعمال کے بارے میں ہم سے یومِ آخرت کے دن پوچھا جائے گا۔ اور اس حوالے سے بلادینے والا خطاب تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے جلسہ سالانہ میں جماعت کے منظم رنگ کو خوب سراہا۔

جماعت احمدیہ تینکودوگو کے ایک غیر احمدی دوست توما صاحب نے آخری دن کے خطاب کو سننے کے بعد فرمایا کہ:

یہ میرا پہلا تجربہ تھا اور بہت ہی عمدہ رہا۔ میں نے خطاب کو دل کی گہرائیوں سے پسند کیا۔ میاں بیوی کے رشتے میں صبر کی تعلیم آج کے خطاب میں نہایت ہی خوبصورت رنگ میں بیان کی گئی۔

جماعتِ احمدیہ تینکودوگو کے ایک اور غیر مسلم دوست محمودو صاحب نے بھی جلسہ کی کاروائی دیکھی اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے آخری دن کے خطاب کے بارے میں تبصرہ فرمایا کہ

اسلام میں عورت کے گراں قدر درجے کی حقیقت مجھے آج امام جماعتِ احمدیہ کے خطاب کو سننے کے بعد معلوم ہوئی ہے کہ اسلام کس قدر عورت کو اہمیت دیتا ہے۔ اور اس بات سے عورت کی اہمیت اور اس کا مقام بڑی شان سے ظاہر ہوتا ہے۔

جماعتِ احمدیہ تینکودوگو کے ایک غیر احمدی دوست رومبا صاحب نے جلسہ کی کاروائی دیکھنے کے بعد فرمایا کہ

جلسہ پر ہونے والی تقاریر بہت گہرا اثر ڈالنے والیں تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تقاریر ہر لحاظ سے میرے دل میں گھر کرنے والی ثابت ہوئیں۔ جہاں بہت کچھ میرے لئے سیکھنے کو تھا، وہاں میاں بیوی کے تعلقات میں صبر، برداشت، پیار و محبت کی فضا کی تعلیم جو جماعتِ احمدیہ نے پیش کی ہے وہ یقینا ایک ایسی تعلیم ہے جس کی آج معاشرے کو ضرورت ہے۔

جماعتِ احمدیہ تینکودوگو کے ایک غیر احمدی دوست کانگو یعقوبا صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا جلسے کا آخری دن کا خطاب سنا اور اس کے بعد فرمایا کہ:

ہر لحاظ سے امام جماعت احمدیہ کا یہ خطاب معاشرے میں امن کی نئی راہیں استوار کرنے والا تھا اور اس بات نے میرے دل کو بے حد متاثر کیا ہے۔

جماعتِ احمدیہ تینکودوگو کے ایک غیر احمدی دوست پوگناباصاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب کے بارے میں فرمایا کہ عورتوں کے معاشرے میں حقوق کے بارے میں امام جماعتِ احمدیہ کا یہ خطاب نہایت ہی موثر اور دل کو چھو لینے والا خطاب تھا، اور اسلام کے خلاف غیروں کے لگائے اس الزام کا خوب جواب دینے والا تھا کہ عورت صرف گھر کی چار دیواری تک ہی محدود ہو کر رہنی چاہیے۔

احباب جماعت کے تاثرات

جماعت احمدیہ تینکودوگو کے ایک خادم جیاؤ یوسف صاحب نے جلسہ کی کاروائی کو سننے کے بعد فرمایا کہ تمام جلسہ میرے لئے روحانیت کی نیا احساس پیدا کرنے والا تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پہلے دن کا خطاب ہمیں حقیقی معنوں میں تقویٰ کی راہوں کی طرف گامزن کرنے والا تھا۔ اور اختتامی تقریب کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب جہاں حقوقِ نسواں کا اولین درس دینے والا تھا وہاں اسلام کے خلاف عورتوں کے حقوق کے بارے میں اٹھنے والے اعتراضات کا بڑی شان کے ساتھ جواب دینے والا تھا۔ ہم تمام احباب جماعت تینکودوگو اس جلسہ کی کاروائی سے نہایت خوش ہیں اور روحانی مائدہ سے فیضیاب ہوئے ہیں۔

- تینکودوگو جماعت کے ایک اور آمدو صاحب نے فرمایا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب دراصل معاشرے میں مساوات کا ایک عظیم الشان پیغام تھا۔
- تینکودوگو جماعت کے ایک اور سلیما صاحب نے فرمایا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب دراصل جہاں حقوق کا درس دینے والا تھا وہاں غربا، مساکین اور سائل کے حقوق کا احساس دلانے والا تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جلسہ سالانہ کی برکات ہمیشہ کے لئے تینکو دوگو کی جماعت کے شامل حال رکھے۔ اور اس جماعت کا ہر فرد خلافت کا دست و بازو بننے والا ہو۔ آمین۔

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

بقیہ: احمدیوں کی قبروں پر حملے...... از صفحہ 10

ہے کہ اس میں کامیابی تو نہیں ہوئی تو پھر احمدیوں کے اموال، املاک اور جانوں پر حملے کر کے جماعت کو مٹانے یا کم از کم ترقی کو روکنے کی کوششیں کی گئیں۔ یہ اقدامات بھی جماعت احمدیہ کی ترقی کو نہیں روک سکے۔ اب اس گروہ کا رخ احمدیوں کی قبروں کی طرف ہے۔ اور ان قبروں کو نقصان پہنچا کر بزعم خود اپنی ناکامی کی خفت کو کم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اب ہر دو تین ماہ کے بعد پاکستان میں اس قسم کا کوئی نہ کوئی دلخراش واقعہ ہوتا ہے۔ اور بعض مہینوں میں تو ایک سے زیادہ مقامات پر احمدیوں کی قبروں پر حملے کئے جاتے ہیں اور ان قبروں کے کتبوں کو توڑا جاتا ہے۔

مخالفین سلسلہ کو حضرت مسیح موعودؑ کا ایک چیلنج

اس وحشیانہ طرز عمل سے جماعت احمدیہ کے مخالفین کیا حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ اور کس وجہ سے وہ اس پستی تک گر گئے ہیں، جس تک گرنے پر مشرکین مکہ بھی آمادہ نہیں ہوئے تھے۔ اس سوال کا جواب تو مخالفین سلسلہ ہی دے سکتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے کہ اس قسم کی اوباشانہ حرکات کا آخری مقصد ایک ہی ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کسی طرح نعوذُ باللہ جماعت احمدیہ کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ اور اس مقصد کے لئے سو سال سے یہ تمام پاپڑ بیلے جارہے ہیں۔ اس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد پیش خدمت ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ چیلنج آج تک جماعت احمدیہ کے مخالفین کو اس مقابلہ کے لئے بلا رہا ہے۔

’’اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکھٹے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بد دعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں۔ پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہوجائیں گی اور آپ لوگ ہمیشہ دعائیں کرتے بھی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرت گریہ و زاری سے بینائی کم ہوجائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگ جائے یا مالیخولیا ہوجائے تب بھی وہ دعائیں نہیں سنی جائیں گی کیونکہ میں خدا سے آیا ہوں۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 471-472)

ایک سبق آموز بات

ریاکاری

نیکی کی تشہیر کو ریاکاری اور گناہ کبیرہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’جب الحزن‘‘ سے پناہ مانگو۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ ’’جب الحزن‘‘ سے کیا مراد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جہنم کا ایسا گڑھا ہے جس سے دوزخ خود پناہ مانگتی ہے۔ اس میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو اپنی نیکیوں میں ریاکاری کرتے تھے۔ یہ نیک اعمال اللہ کی رضا کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اپنی شہرت کے لئے کرتے تھے۔ آج ہم اس برائی میں حلق تک ڈوبے ہوئے ہیں۔ پہلے ایک بات عام تھی نیکی کر دریا میں ڈال لیکن اب یہ ہے کہ نیکی کر اخبار میں ڈال یا نیکی کر معاشرے میں تشہیر کر۔ بعض لوگ خدمت خلق کے نام پر کچھ کام محض اس وجہ سے کرتے ہیں بہت دنوں سے ان کی شہرت نہیں ہوئی اُن کا نام نہیں آیا۔ نیک کام صرف اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی کے لئے کریں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رجل تصدق بصدقة فأخفاها لا تعلم شماله کہ انسان ایک ہاتھ سے نیکی کرے تو دوسرے ہاتھ کو بھی علم نہ ہو۔

مرسلہ: محمد عمر تماپوری۔ بھارت

فقہی کارنر

تجارتی روپیہ پر منافع

ایک صاحب کی خاطر حضرت نورالدین صاحبؓ نے ایک مسئلہ حضرت اقدسؑ سے دریافت کیا کہ یہ ایک شخص ہیں جن کے پاس بیس بائیس ہزار کے قریب روپیہ موجود ہے۔ ایک سکھ ہے وہ ان کا روپیہ تجارت میں استعمال کرنا چاہتا ہے اور ان کے اطمینان کے لئے اس نے تجویز کی ہے کہ یہ روپیہ بھی اپنے قبضہ میں رکھیں لیکن جس طرح وہ ہدایت کرے۔ اسی طرح ہر ایک شے خرید کر جہاں کہے وہاں روانہ کریں اور جو روپیہ آوے وہ امانت رہے۔ سال کے بعد وہ سکھ دو ہزار چھ سو روپیہ ان کو منافع کا دے دیا کرے گا۔ یہ اس غرض سے یہاں فتویٰ دریافت کرنے آئے ہیں کہ یہ روپیہ جو اُن کو سال کے بعد ملے گا اگر سود نہ ہو تو شراکت کر لی جاوے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا:

چونکہ اُنہوں نے خود بھی کام کرنا ہے اور ان کی محنت کو دخل ہے اور وقت بھی صرف کریں گے اس لئے ہر ایک شخص کی حیثیت کے لحاظ سے اس کے وقت اور محنت کی قیمت ہوا کرتی ہے۔ دس دس ہزار اور دس دس لاکھ روپیہ لوگ اپنی محنت اور وقت کا معاوضہ لیتے ہیں۔ لہٰذا میرے نزدیک تو یہ روپیہ جو اُن کو وہ دیتا ہے سود نہیں ہے۔ اور میں اس کے جواز کا فتویٰ دیتا ہوں۔ سود کا لفظ تو اس روپیہ پر دلالت کرتا ہے جو مفت بلا محنت کے (صرف روپیہ کے معاوضہ میں) لیا جاتا ہے۔ اب اس ملک میں اکثر مسائل زیر و زبر ہو گئے ہیں۔ کل تجارتوں میں ایک نہ ایک حصہ سود کا موجود ہے۔ اس لئے وقت نئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔

(البدر یکم، 8 نومبر 1904ء صفحہ 8)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع وغروب آفتاب

16/ستمبر 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:51	18:23
مدینہ منورہ	04:50	18:25
قادیان	04:51	18:34
ربوہ	04:31	18:13
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:10	19:16